CamScanner

قمروش شہک

دل پہ رحمت کی دستک

''سلویٰ!''غنویٰ نے اس کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا تھا۔

''کیا مصیبت ہے غنویٰ! پاگل ہوگئی ہو کیا؟''سلویٰ نے اپنے دونوں بازو اس کے ہاتھوں سے چھڑائے تھے۔

''مجھے سمجھ میں نہیں آرہا تمہارے سینے میں دل ہے یا خدا نے کوئی پتھر فکس کر دیا ہے۔کوئی اپنی عقل کوئی اپنی

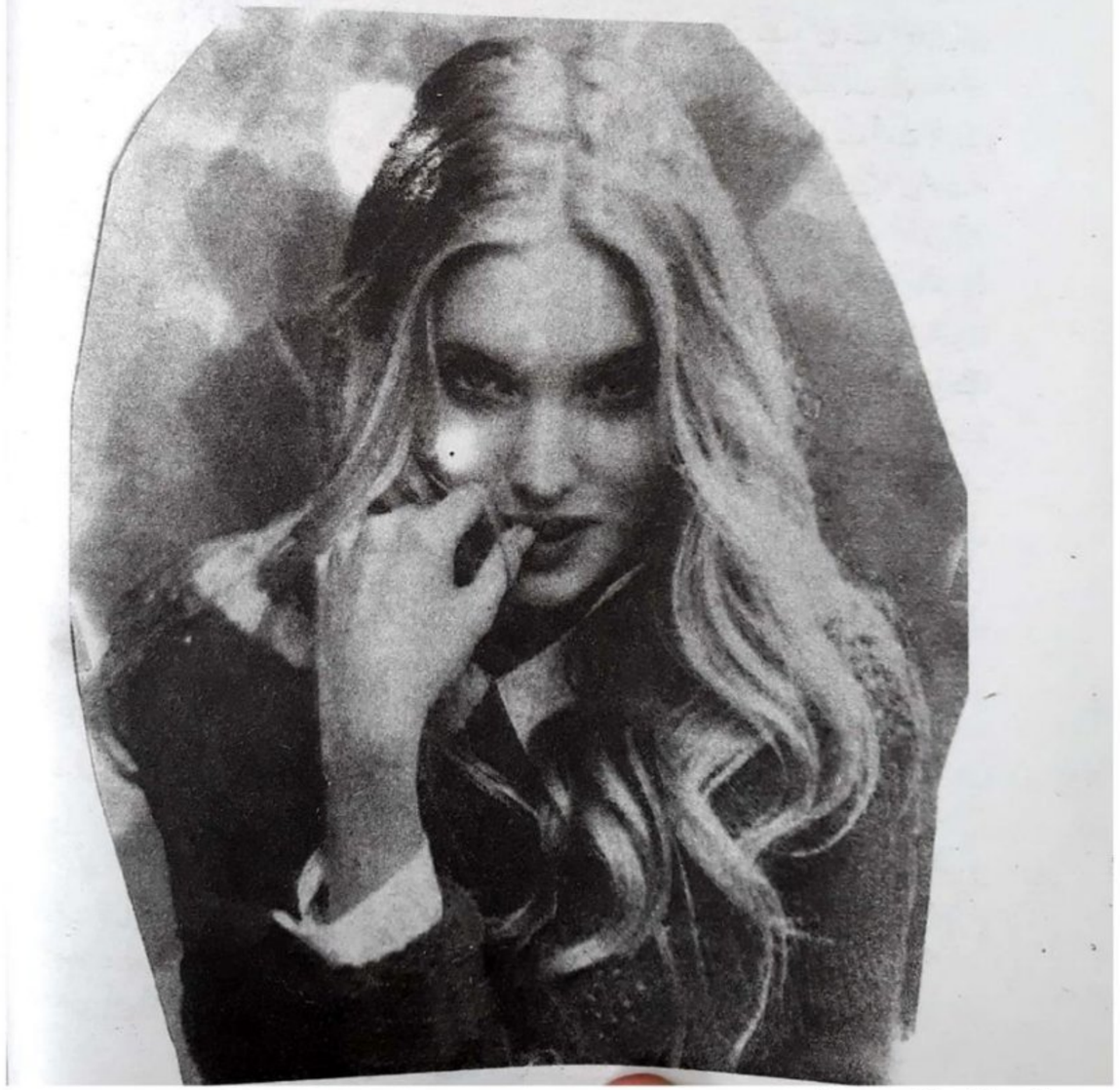

Scanned by CamScanner

سوچ ہے بھی یا نہیں۔'' وہ ٹھیک ٹھاک برہم ہو رہی تھی۔

''او کے فائن تو تم یہ بتاؤ میں کیا کروں، ماما وہاں اسپتال میں آئی سی یو میں ایڈمٹ ہیں وہ چاہتی ہیں کہ جلد از جلد میرا نکاح کسی سے کر دیا جائے تو کیا برائی ہے اس میں۔''

''کسی سے کر دیا جائے، مطلب کسی اور لڑکے سے اور یہ برائی کیا کم ہے کہ شہکاشہ ملک سے تمہارا نکاح ہونے جا رہا ہے۔ وہ شہکاشہ ملک جس کے سینے میں واقعی دل نہیں پتھر ہے جو زندگی کے معنی نہیں جانتا تم جیسی محبت کی مٹی سے گوندھی لڑکی کہاں تک اس پتھر دل انسان سے اپنا سر پھوڑے گی۔''

سلوئی نے بغور چاہت سے اپنی چھوٹی بہن کو تکا تھا، جو اس کے لیے فکرمند تھی اس کو سوچ سوچ کر گھلی جا رہی تھی اندر ہی اندر، وہ اس قدر غصے میں تھی اس وقت اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کیا کچھ نہ کر گزرے ہر شے۔

مکمل ناول

Scanned by CamScanner

کو تہس نہس کر دے یا پھر شہکاشہ ملک کے وجود کے ایک ہزار ٹکڑے کر دے اس کی دنیا تہہ و بالا کر دے۔

''میری جان محبت و نرمی سے ہر شے کو اپنے مطابق کیا جا سکتا ہے جیسے چاہے موڑا جا سکتا ہے۔'' سلویٰ نے غنویٰ کے دونوں ہاتھ تھام لیے تھے۔

''مجھے تسلی دینے کی ضرورت نہیں ہے سلویٰ! اور نہ ہی تمہیں کسی بھرم میں رہنا چاہیے۔ وہ کوئی شے نہیں وہ شہکاشہ ملک ہے، جس کو تم کیا محبت و نرمی سے موڑو گی وہ خود تمہاری زندگی اجیرن کر دے گا۔'' غنویٰ نے سلویٰ کے دونوں ہاتھ بری طرح جھٹک دیئے تھے۔

''بد دعا دے رہی ہو اپنی بہن کو۔'' سلویٰ کے پاس غنویٰ کو زیر کرنے کے ایک سو ایک طریقے تھے۔

''اللہ نہ کرے جو تم پر بد دعا کا معمولی سا بھی سایہ پڑے۔'' اس نے تڑپ کر سلویٰ کو خود سے بھینچا تھا۔

سلویٰ کی بہ نسبت غنویٰ شوخ و چنچل زندگی کو فل انجوائے کرنے والی اور اپنا آپ منوانے والی تھی بلکہ اسکول یا کالج میں اگر کوئی لڑکی سلویٰ کو کچھ کہہ بھی دیتی تو خود ہی لڑنے بھڑنے کو تیار ہو جاتی مرنے مارنے کو آ جاتی، سلویٰ کے مقابل میں غنویٰ ذرا جذباتی اور غصے کی تیز تھی۔

''سلویٰ! منع کر دو اس رشتے کے لیے شہکاشہ ملک تمہارے قابل نہیں ہے بلکہ میں تو کہتی ہوں وہ کسی بھی لڑکی کے قابل نہیں ہے۔ شہکاشہ ملک اپنی ذات کا الگ ہی نمونہ ہے اس میں کائنات پر۔'' تپتے سلگتے ہوئے کہا تھا اور اب کے سلویٰ اپنی بے ساختہ ہنسی کو نہیں روک سکی تھی۔

''بس ہنستی رہو سخت زہر لگ رہی ہو مگر یاد رکھنا ڈیڈی سے میں خود بات کروں گی میں یہ شادی قطعی طور پر نہیں ہونے دوں گی۔'' اٹل لب و لہجے میں کہتے ہوئے وہ منہ پھلا کر صوفے پر بیٹھ گئی تھی، سلویٰ اس کی طرف بڑھتی کہ اس کا موبائل چیخ پڑا تھا، فون اسپتال سے آ رہا تھا، اس کا دل دھڑکا، یعنی وہ قیامت کی گھڑی آ گئی تھی، سلویٰ نے غنویٰ کو دیکھا جو اسی طرف دیکھ رہی تھی، غنویٰ تیزی سے اٹھی تھی اور سلویٰ کے پاس آئی، فون دیکھا راحیل آفریدی کا فون تھا۔

''ڈیڈی کا فون، لاؤ میں بات کروں گی دو مجھے فون۔'' غنویٰ نے سلویٰ کے ہاتھ سے فون لینا چاہا۔

''پاگل ہوئی ہو کیا، ماما اسپتال میں ایڈمٹ ہیں بلاوجہ ڈیڈی کو ٹینشن مت دو۔'' غنویٰ کی جذباتیت کو وہ اچھی طرح جانتی تھی، اس لیے ہلکے سے ڈانٹ دیا تھا مگر غنویٰ پر سلویٰ کی ڈانٹ کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

''سلویٰ بے وقوفی کی باتیں مت کرو، جو ہو رہا ہے اسے ہونے دوں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا میں تمہیں جانتے بوجھتے اس آگ میں کودنے نہیں دوں گی۔'' غنویٰ نے ایک بار پھر اس کے ہاتھ سے فون لینا چاہا مگر اس بار سلویٰ نے اس کے منہ پر دھیرے سے چانٹا مار دیا تھا۔

''تم نے مجھے مارا ہے۔'' روہانسی سی منہ پر ہاتھ رکھے وہ سلویٰ کو بھیگی آنکھوں سے دیکھنے لگی تھی۔

''غنویٰ! میری بات سنو۔'' سلویٰ کو اپنے اس اچانک ردِعمل پر شدید افسوس ہوا تھا۔

''تم ہو ہی نہیں اس لائق کہ تمہارے ساتھ بھلائی کی جائے جاؤ کود و آگ میں جہنم میں جاؤ تم اب میں تمہیں نہیں روکوں گی جب انسان خود ہی اپنے ساتھ برا کرنے پر ڈٹ جائے تو کوئی اس کے ساتھ بھلائی نہیں کر سکتا۔'' اور پھر وہ رکی نہیں سسکتی ہوئی اپنے بیڈروم میں بھاگتی چلی گئی تھی۔ فون ایک بار پھر بیل دینے لگا تھا، اس نے فون دیکھا اور ریسیو کر لیا تھا۔

''جی ڈیڈی کہیے۔''

Scanned by CamScanner

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

CamScanner

''بیٹا! میں کب سے آپ کو فون کر رہا تھا کہاں تھیں آپ۔'' وہاں سے پریشانی سے لبریز آواز ابھری تھی۔
''وہ ڈیڈی میں ذرا کچن میں تھی۔''
''چلو ٹھیک ہے یہ بتاؤ کب تک پہنچ رہی ہو یہاں سے ڈرائیور نکل گیا ہے۔''
''بس ڈیڈی میں آدھے گھنٹے میں پہنچ جاؤں گی اور ماما کی طبیعت کیسی ہے؟''
''کچھ بہتر ہے۔''
''او کے بس میں تیار ہو جاؤں آتی ہوں۔''
''او کے بس جلدی آؤ، کیونکہ آغا جان اور شہکاشہ آچکے ہیں۔''
''جی!'' خوب صورت چہرے پر اداسی سی اداسی تھی۔ایک سرد سانس کھینچتی وہ اپنے بیڈ روم کی جانب بڑھی تھی۔ڈرائیور کے ہمراہ سلویٰ کچھ ہی دیر میں اسپتال پہنچ چکی تھی۔
''السلام علیکم!''
آئی سی یو کے باہر ویٹنگ روم میں راحیل آفریدی، آغا جان بیٹھے تھے آغا جان خوشی سے نہال ہوتے اٹھے اور اس کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے اس کے سر پر بوسہ لیا تھا۔
''جیتی رہو خوش رہو۔''
''شہکاشہ!'' آغا جان کے دور کھڑے کسی سے فون پر بات کرتے شہکاشہ ملک کو آواز لگائی تھی، شہکاشہ ملک نے پلٹ کر آغا جان کو دیکھا اور فون آف کرتا شاہانہ چال چلتا آگے بڑھا۔
''جی آغا جان!''
''بیٹا سلویٰ آگئی ہے سب ریڈی ہے شہزیل کہاں ہے؟'' آغا جان کے لبوں پر خوشی سے بھری مسکراہٹ تھی۔ان کے ساتھ کھڑی سلویٰ کو شہکاشہ نے لمحے بھر کے لیے دیکھا تھا مگر اس لمحے بھر میں نفرت کی ایک آگ بھڑکی تھی اس کے پورے وجود میں، اعصاب میں ایک تناؤ سا آگیا تھا، نگاہوں میں دہکتے انگاروں کی ایسی تپش تھی جس نے سلویٰ کو اندر تک جھلسا دیا تھا، وہ نہ دیکھ کر بھی محسوس کر سکتی تھی کہ ان آنکھوں میں اس کے لیے نفرت کے کیسے شعلے نکل رہے ہیں۔
شہزیل نکاح خواں اور گواہوں کے ہمراہ آچکا تھا، تھوڑی ہی دیر میں شہکاشہ ملک اور سلویٰ کا نکاح پڑھا دیا گیا تھا۔
''ثناء تمہاری خواہش کا احترام ہو گیا ہے سلویٰ کا نکاح آج کر دیا گیا ہے۔'' راحیل آفریدی نے ثناء کے کان میں جھک کر دھیرے سے کہا تھا، ثناء نے آنکھیں کھول کر دیکھا تھا۔
''سمیر!'' ثناء نے بہت ہولے سے بنا آواز کے ایک نام لیا تھا۔
''ہاں ہاں سمیر ابھی تو یہیں تھا، تم سو رہی تھیں نا تو کافی دیر سے یہیں تمہارے پاس تھا۔'' راحیل آفریدی نے ثناء کا سر سہلایا تھا۔ثناء نے مطمئن ہو کر واپس آنکھیں موند لی تھیں، راحیل آفریدی نے بغور ثناء کا چہرہ دیکھا تھا۔
''مبارک ہو، ماہ گل نکاح ہو گیا ہے۔'' آغا جان کے چہرے پر زمانے بھر کی خوشی پنہاں تھی، مسکراہٹ میں ایک سکون سا تھا۔
''بس ہم کچھ دیر میں ہی نکلنے والے ہیں۔''

Scanned by CamScanner

''جی جی بالکل تیاری اور استقبال شاندار ہونا چاہیے کہ لگے۔ میں آغا ملک کی بہو اور شہکاشہ ملک کی بیوی آرہی ہے کوئی کمی بیشی نہیں ہونی چاہیے۔'' شہزیل اور شہکاشہ سامنے بیٹھے آغا جان کو ہی دیکھ رہے تھے۔ شہکاشہ کے چہرے پر جس قدر بے زاریت، بے سکونی، الجھن تھی شہزیل کے چہرے پر اتنی ہی خوشی کے رنگ تھے۔

''آغا جان کتنے خوش ہیں نا بھایا۔''

''مجھے سمجھ میں نہیں آتا جس لڑکی سے اور اس کے پورے خاندان سے ہمیں آغا جان کو نفرت کرنی چاہیے جن سے انتقام لینا چاہیے آغا جان انہیں ہی سر پر کیوں بٹھا رہے ہیں۔'' شہکاشہ ملک کے لبوں سے جھڑتے نفرت کے کانٹوں کو شہزیل نے بہت چونک کے دیکھا تھا۔

''یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ بھایا۔'' شہکاشہ ملک نے شہزیل ملک کو دیکھا اور کچھ سوچتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

''کچھ نہیں، جاؤ اور آغا جان سے پوچھو کب تک یہ گھڑاک ختم کرنا ہے۔'' وہ وہاں رکا نہیں اور باہر کی جانب نکلتا چلا گیا تھا، شہزیل ملک نے بہت دور تک اس کی چوڑی پشت کو دیکھا تھا، سامنے سے آتی راحیل آفریدی کے ہمراہ سلویٰ پر نظر پڑی۔

''اتنی پیاری سی لڑکی کے ساتھ کوئی ظلم مت کر دینا بھایا۔'' شہزیل ملک نے دل میں سوچا تھا۔

''کیسی ہیں شاء بیٹی اب۔'' آغا جان سلویٰ اور راحیل آفریدی کو آتا دیکھ وہاں آئے تھے۔

''بہتر ہیں، آغا جان، سلویٰ آپ کی امانت ہے آپ جب چاہیں اسے لے جا سکتے ہیں۔''

''اور اگر ہم کہیں کہ ہم سلویٰ بیٹی کو آج ہی لے جانا چاہتے ہیں۔'' آغا جان نے جانثار نظروں سے سلویٰ کو دیکھا تھا اور پھر راحیل آفریدی کو جو شاید بہت کچھ سوچ رہے تھے۔

''پھر میں کہوں گا کہ اس سے اچھی اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔'' راحیل آفریدی نے اپنے دل پر پتھر رکھ کے یہ بات کہی تھی۔

جب کہ سلویٰ ان کے دل کی حالت سے بے خبر حیران نظروں سے تکنے لگی تھی۔

''کتنی آسانی سے آپ مجھے الگ کر رہے ہیں ڈیڈی۔'' سلویٰ نے نہایت دکھ سے یہ بات سوچی تھی۔

''ٹھیک ہے ہم اپنی امانت لے کر جا رہے ہیں۔'' پنک جارجٹ کے ہلکے سے کڑھائی والے سوٹ میں ملبوس سلویٰ کو راحیل آفریدی نے آخری بار اپنے سینے سے لگایا تھا۔ سلویٰ تادیر خود کو سنبھال نہیں سکی تھی۔ اس کی خوب صورت آنکھوں سے اشک بہنے لگے تھے۔

''ڈیڈی!'' وہ تو زبان پر شکوہ بھی نہیں لا سکتی تھی۔

''میری جان تمہاری ماما کی بھی یہی خواہش ہے۔'' سلویٰ نے غمزدہ نظروں سے راحیل آفریدی کو تکا تھا چند ہی لمحوں میں اس کی زندگی یہ رخ بدل لے گی یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

''جاؤ انشاء اللہ تمہاری ماما جیسے ہی ٹھیک ہوں گی وہ ان حالات کو آپ کی شادی کو قبول کر لیں گی میں انہیں لاؤں گا تم سے ملانے کو بیٹہ۔'' آغا جان جو شہزیل سے کچھ کہہ رہے تھے بات ختم ہوتے ہی وہاں آئے تھے۔

''اب ہمیں اجازت دو راحیل آفریدی، ہمیں چلنا چاہیے۔''

''جی آغا جان۔'' راحیل آفریدی کی آنکھوں میں نمی سی بھر گئی تھی۔ انہوں نے سلویٰ کی پیشانی پر بوسہ لیا تھا۔ نیو ماڈل کی پجارو میں ڈرائیور کے ہمراہ گاڑی سڑک پر فراٹے بھرنے لگی تھی، فرنٹ سیٹ پر ڈرائیور اور شہزیل ملک براجمان تھے جب کہ بیک سیٹ پر آغا جان اور شہکاشہ ملک کے درمیان سکڑی سمٹی سی سلویٰ بیٹھی تھی، سر کو

Scanned by CamScanner

جھکائے وہ اپنی یادیں پیچھے چھوڑ آئی تھی اور جو سوچوں کی اسکرین پر چہرہ تھا، وہ غنویٰ کا تھا اسے کیا پتا تھا کہ آخری بار مل رہی ہے، غنویٰ سے جس کے منہ پر اس نے تماچہ مارا تھا، ناراض کر دیا تھا ورنہ کم از کم منا ہی لیتی اس کے پاس جا کر اپنی نادانستگی کی معافی ہی مانگ لیتی مگر قسمت اور حالات نے ایسا کوئی موقع نہیں دیا تھا، گاڑی چلتے ہوئے شاید ویل میں کوئی پتھر آ گیا تھا گاڑی ڈگمگائی تھی اور سلویٰ پوری طرح خاموش بیٹھے شہکاشہ ملک کے کسرتی بازو سے ٹکرائی تھی، شہکاشہ ملک بھی اس افتاد کے لیے قطعی طور پر راضی نہیں تھا اس کے ہاتھ میں جو سیل فون تھا جس میں وہ اپنی میل چیک کر رہا تھا سلویٰ کے ٹکرانے کی وجہ سے وہ نیچے گرا تھا۔ شہکاشہ ملک نے لمحے بھر کے لیے یہ گلابی چہرہ دیکھا تھا پھر ڈرائیور کو گھورنے لگا۔

''اب آپ ٹھیک طرح سے اپنی نشست سنبھالیں گی یا عمر بھر اسی پوزیشن میں رہنا ہے۔'' شہکاشہ ملک نے ان گلابی آنکھوں میں بغور دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تھا۔

سلویٰ گڑبڑاتی اپنے ہونٹوں کو بے دردی سے کچلتی ٹھیک طرح سے بیٹھی تھی۔

''اور تم!'' اب باری گاڑی ڈرائیو کرتے ڈرائیور کی تھی۔

''ذرا دھیان سے گاڑی چلاؤ ورنہ اٹھا کے باہر پھینک دوں گا۔'' کرختگی سے کہتے ہوئے اپنا فون اپنے قدموں سے اٹھایا تھا۔

آغا جان نے سلویٰ کے گرد اپنا بازو حمائل کر دیا تھا۔

''میرے بچے لگی تو نہیں۔''

''حالانکہ یہ جتنا بھی پارٹ ہو رہا ہے یہ سارا بھایا کے کرنے کا ہے۔'' شہزیل ملک بیک مرر سے سب دیکھ چکا تھا، پرمزاح انداز میں کہتے ہوئے اس نے پلٹ کر شہکاشہ ملک کو دیکھا تھا۔ شہکاشہ ملک نے نہایت گھور کے شہزیل ملک کو دیکھا تھا اور پھر واپس نظر موبائل اسکرین پر ڈال دیں۔

''آغا جان! آپ کی بچی اس دھچکے سے ڈر گئی ہے ذرا ٹھیک طرح سے پوچھیں پہاڑ سے ٹکرائی ہیں کہیں ضرب تو نہیں لگی حالانکہ پہاڑ پر تو کوئی اثر بھی نہیں ہوا۔'' شہزیل ملک، سلویٰ کا گھبرایا گھبرایا سا چہرہ دیکھنے لگا تھا۔

شہزیل ملک کی پہاڑ پہاڑ کی گردان وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا مگر نظر انداز کرنا ہی بہتر جانا تھا کیونکہ اسے نہ تو شہزیل ملک کی فضول باتوں میں کوئی انٹرسٹ تھا اور نہ ہی سلویٰ میں۔

''کیا بھایا! خدا کے لیے اس موبائل کو تو چھوڑیں۔'' شہزیل ملک نے بالآخر ٹوک ہی دیا تھا۔

''اچھا تو پھر کیا کروں تمہاری فضول بکواس سنوں۔''

''نہیں میری کیا اوقات اب تو آپ سلویٰ بھابی کی ہی سُر بکھیرتی آواز صبح و شام سنیں گے۔'' پُرمزاح انداز میں شہکاشہ ملک کو چھیڑا تھا۔

''مجھے اپنی طرح فارغ سمجھا ہوا ہے کیا کہ کرنے کو ایک یہی کام رہ گیا ہے۔'' اس نے گہرا طنز کیا مگر شہزیل ملک نے ہوا میں اڑا دیا تھا۔

''یہ تو کچھ ٹائم بعد ہی پتا چلے گا کہ فارغ کون ہے۔'' شہزیل ملک شرارت سے مسکرا دیا تھا۔

شہکاشہ ملک نے نفی میں گردن اِدھر اُدھر ہلاتے ہوئے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ لیے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا تھا۔ تیزی سے بھاگتے نظاروں میں اس کی نفرت بھری سوچوں میں صرف اضافہ ہی ہو رہا تھا، اس کے علاوہ اور

Scanned by CamScanner

کوئی جذبہ سر نہیں اٹھا رہا تھا۔

☆.....☆

ثناء دوایوں انجکشن اور ڈرپ کے زیر اثر بے خبر سو رہی تھیں، راحیل آفریدی نے ثناء کو ایک نظر دیکھا اور ڈاکٹرز سے تھوڑی بہت بات چیت کر کے باہر نکل گئے تھے، انہیں گھر جانا تھا غنویٰ کو بھی تو سمجھانا تھا اس کی ناراضی ختم کرنی تھی جو پچھلے ایک ہفتے سے راحیل آفریدی سے ناراض ہے جو سلویٰ اور شہکاشہ ملک کے نکاح کے لیے قطعی طور پر رضامند نہیں تھی، کیونکہ وہ انجان تھی ناسمجھ تھی سچائی اور حقیقت سے بے خبر تھی، بائیس سال تک جس راز پر پردہ ڈلا ہوا تھا کہیں آج وہ راز غنویٰ پر آشکار نہ ہو جائے اور شاید حالات جو رخ اختیار کر چکے ہیں یہی بہتر ہے کہ غنویٰ کو سب کچھ جان لینا چاہیے آخر کب تک وہ چھپائیں گے اور شاید زندگی کی آخری سانس تک پتا بھی نہیں چلتا اگر منظر عام پر آغا جان نہیں آجاتے اور انہوں نے اپنی امانت طلب نہ کر لی ہوتی۔

''فصیح یہ ٹھیک طریقہ نہیں ہے تم صبر کرتے میں ایک کوشش اور کر لیتا ہو سکتا تھا کہ آغا جان مان جاتے۔''

''نہیں راحیل بھائی! مجھے معلوم ہے وہ لوگ کبھی نہیں مانیں گے آغا جان کے فیصلے میں لچک آجائے یہ تو قیامت تک نہیں ہو سکتا۔'' زریں گل نے روتے ہوئے کہا تھا۔

''اور اب کیا ہوگا کچھ سوچا ہے اس بارے میں، غیرت کے نام پر ہتھیار نکل آئیں گے اس کا ادراک ہے تمہیں۔ نسلوں کی نسلیں ختم ہو جائیں گی فنا ہو جائیں گی، نسیت و نابود ہو جائیں گی، برباد ہو جائیں گی، تم لوگ نہیں جانتے تم لوگوں نے نکاح کر کے دو قبیلوں میں جنگ چھیڑ دی ہے۔''

''وہ سب میں کچھ نہیں جانتا، راحیل بھائی میں صرف یہ جانتا ہوں کہ میں اور زریں گل ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے بغیر بھی نہیں رہ سکتے۔'' فصیح آفریدی کے لب و لہجے سے بغاوت کی بو آرہی تھی۔ اس کا انداز اس کا فیصلہ پختہ تھا اٹل تھا، جس سے وہ لمحے بھر کے لیے نہ ہی ایک قدم پیچھے ہٹنے کو راضی تھا اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی سمجھوتا کرے گا۔

''تم لوگوں نے کس مشکل میں ڈال دیا ہے مجھے۔'' راحیل آفریدی سر پکڑ کے بیٹھ گئے تھے۔

''راحیل جو ہو گیا سو گیا، آگے کا کیا کرنا ہے کیا ہوگا؟'' ثناء نے ایک نظر روتی ہوئی زریں گل کو دیکھا تھا اور افسردہ سے کھڑے فصیح کو۔

راحیل آفریدی نے پرسوچ نظروں سے ثناء کو دیکھا تھا۔

''ایک ہی طریقہ ہے اب۔''

''وہ کیا؟''

''تم دونوں کے فون کہاں ہیں جلدی سے ان سے اپنی اپنی سم نکال کر توڑو۔''

''جی۔'' راحیل آفریدی کے کہنے پر فصیح آفریدی اور زریں گل دونوں نے اپنی اپنی سم فون سے نکال کر توڑ دیں۔

''جلدی سے گاڑی میں بیٹھو ہمیں بائے روڈ ابھی نکلنا ہے کوئٹہ کی حدود سے۔''

کوئی چار پانچ گھنٹے کے وقفے سے وہ لوگ کراچی کی حدود میں داخل ہو گئے تھے۔ یہاں راحیل آفریدی کا دو سو گز کا ایک شاندار بنگلہ تھا جو انہوں نے بہت پہلے خریدا تھا مگر آج کام آیا تھا۔

ایک سال ہو گیا تھا ان لوگوں کو یہاں شفٹ ہوئے مگر اس ایک سال میں ایسا کچھ بھی سامنے نہیں آیا کہ ان

Scanned by CamScanner

لوگوں کو کوئی نقصان پہنچے یا کوئی فون نہیں آیا تھا، زریں گل کی گود میں ایک پیاری سی خوب صورت سی بیٹی تھی۔ گلابی گلابی رنگت والی سلوئی میں زریں گل اور فصیح آفریدی کی جان قید تھی مگر ان دونوں نے اپنی پہلی بچی ثناء کی گود میں ڈالدی تھی۔ جن کی شادی کو چار سال کا عرصہ گزر گیا تھا مگر اولاد کی نعمت سے محروم تھیں۔

''ثناء بھابی آپ نے میری اس موڑ پر مدد کی اس وقت اپنے گھر اور دل میں جگہ دی جب ہم پر بہت مشکل وقت تھا۔'' زریں گل نے ثناء کا ہاتھ تھاما تھا۔

''شش! بری بات میں نے کچھ نہیں کیا یہ تم لوگوں کی اٹوٹ محبت ہی ہے جو تم دونوں کو ایک دوسرے سے ملایا ہے۔'' ثناء نے زریں گل کے ہاتھ پر اپنا دوسرا ہاتھ دھر دیا تھا۔

''ہم جانتے ہیں کہ ہماری بیٹی کی پرورش و تربیت آپ کے ہاتھ میں ہو ثناء بھابی۔'' فصیح آفریدی مسکراتے ہوئے زریں گل کو دیکھنے کے بعد ثناء کو دیکھنے لگا اور آگے بڑھ کر زریں گل کے برابر میں آبیٹھا تھا۔

''او کے۔'' ثناء خوش دلی سے مسکرادی اور کاٹ سے پیاری سی سلوئی کو گود میں بھر لیا تھا، زریں گل نے فصیح آفریدی کو مسکراتی آنکھوں سمیت دیکھتے ہوئے اپنا سر چاہت سے اس کے شانے پر دھر دیا تھا۔ فصیح آفریدی نے محبت سے اس کے بالوں میں اپنے لب رکھ دیئے تھے۔

''فصیح!'' اسی دوران اندر راحیل آفریدی داخل ہوئے تھے۔

''جی راحیل بھائی!'' فصیح آفریدی زریں گل کے پاس سے کھڑا ہو گیا تھا۔

''فصیح! میری ڈاکٹر شہلا سے بات ہو گئی ہے ڈسچارج کے کچھ پیپرز ہیں تم یوں کرو ان پر سائن کر دو پھر ہم گھر چلتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔''

''آپ لوگ پیپرز فائنل کر لو میں جب تک سلوئی کو پیدائشی ٹیکہ لگوا دیتی ہوں۔'' ثناء گلابی گدے میں چھوٹی سی سلوئی کو لیے وہاں چلی آئی تھی۔

''یہ ٹھیک رہے گا تو ثناء پھر آپ یوں کریں کہ ٹیکہ لگوا کر ڈاکٹر شہلا سے بھی مل لیجیے گا تا کہ وہ مزید کوئی انرجی کی میڈیسن لکھ دیں۔''

''جی بہتر زریں میں بس پانچ منٹ میں آتی ہوں۔'' ثناء نے بیڈ پر نیم دراز لیٹی زریں گل کو کہا۔

''او کے ثناء بھابی آئی ویٹ۔''

وہ تینوں ایک ساتھ ہی باہر نکل گئے تھے ابھی ان کو گئے ایک منٹ ہی ہوا تھا کہ کسی نے نہایت ہی زوردار انداز میں بغیر دستک دیئے دروازہ کھولا تھا، زریں گل جو ان لوگوں کے جانے کے بعد آنکھیں موندھے لیٹی تھی اس زوردار آواز پر آنکھیں کھولیں اور سامنے کھڑے جس شخص پر نظر پڑی لمحے بھر کے لیے جیسے ہر شے اس کی آنکھوں کے سامنے گھومتی محسوس ہوئی تھی۔

''شمشیر۔'' لبوں سے صرف یہی نام ادا ہوا تھا۔

''میں دوسری بات نہیں کروں گا۔'' اور پھر شمشیر نے اپنی بلیک جیکٹ سے پسٹل نکالی اور اس پر داغ دی۔ پسٹل کی دو گولیاں ایک اس کے سر پر اور دوسری اس کے دل کی جانب اتار دی تھی۔ زریں گل کو ایک سانس کے بعد دوسرا سانس بھی نہیں آیا تھا۔ وہ وہیں دم توڑ چکی تھی۔

''فصیح۔''

Scanned by CamScanner

زرخان ملک شیر کی طرح زہر سے دہاڑا تھا۔ فصیح آفریدی جو دستخط کر کے نکل رہا تھا پیچھے پلٹ کر دیکھا
زرخان ملک پسٹل تانے کھڑا تھا، فصیح آفریدی نے لمحہ بھی نہیں لگایا تھا اپنی جیکٹ سے پسٹل نکالنے میں دو سیکنڈ
اس چیز کو اپنے ساتھ رکھتا تھا کہ جانے کب ضرورت پڑ جائے اور آج اس کی ضرورت پڑ ہی گئی۔

''تجھے کیا لگا تو مجھ سے چھپ جائے گا ارے اگر پاتال میں گھس جاتا نا تو وہاں سے بھی گھسیٹ کے لے آتا۔'' زرخان ملک کے لہجے میں اژدھوں جیسی زہریلی پھنکار تھی تو کم دہکتے انگاروں کے شعلے فصیح آفریدی کے وجود سے بھی نہیں پھوٹ رہے تھے، اس بار مکر برابر کی تھی، زرخان ملک کا بے پناہ غصہ اور فصیح آفریدی کا جذباتی انداز، آج کیا ہونے والا ہے یہ سب جانتے تھے۔

''ارخان ملک میں اس قصے کو آج ختم ہی کر دوں گا زریں گل کا ڈر و خوف آج بالکل ختم ہو جائے گا۔''

''زریں گل کا ڈر و خوف ہی نہیں آج وہ خود بھی ختم ہو جائے گی اس نے ہمارے خاندان کی عزت و غیرت کو خاک میں ملائی ہے، اس کا خمیازہ تو بھگتنا ہی ہے مر تو وہ اسی دن گئی تھی جس دن اس نے حویلی سے قدم باہر نکالا تھا آج تو بس قبر میں اس کو اتارنا تھا۔'' نفرت کی چنگاریاں ہر شے بھسم کرنے کو تھیں۔

''خبردار زرخان ملک جو زریں گل کا بال بھی بانکا ہوا۔'' وہ زور سے چیخا تھا۔

''ہونہہ۔'' اور پھر ایک گولی پسٹل سے نکلی اور فصیح آفریدی کا بازو چیرتی ہوئی نکلتی چلی گئی تھی، جوش و جذبات جب برابر کا تھا، غصہ و غضب، جب عروج پر تھا تو دونوں کو کچھ دکھائی نہیں دیا تھا۔

ایک گولی زرخان ملک کی جانب سے نکلی تو دوسری فصیح آفریدی کی پسٹل سے نکلی اور سیدھا اس کا سینہ پھاڑتی گئی، خون کا فوارہ ابل پڑا تھا۔ اسپتال میں خوف و ہراس پھیل گیا تھا، ہر شخص کونے کھدرے میں چھپے اس خونی آشام منظر کو تک رہا تھا۔

''فصیح آفریدی۔'' پیچھے سے شمشیر کی چنگھاڑتی گونج نے وہاں کے ماحول کو مزید سہما دیا تھا۔

اور اس سے پہلے کہ فصیح آفریدی کوئی کارروائی کرتا شمشیر نے اپنی گن میں سے سارا لوہا فصیح آفریدی کے جسم میں انڈیل دیا تھا، وہ وہیں ڈھیر ہو گیا تھا ختم ہو گیا تھا۔

''میں تیری نسل تک ختم کر دوں گا۔'' شمشیر نے بری طرح فرش پر پڑے لہولہان فصیح آفریدی کو گھورا تھا۔

''کہاں ہے اس کی بیٹی آج ہی پیدا ہوئی ہے نا آج ہی مرے گی۔''

''سائیں یہ رہی مگر یہ تو مردہ پیدا ہوئی ہے۔'' آغا جان کے ملازم اس مردہ بچی کو لیے چلے آئے تھے۔

''ہونہہ۔'' شمشیر نفرت سے ہنکارا تھا۔

''اچھا ہوا مری ہوئی پیدا ہوئی ہے ورنہ.....''

''زرخان۔'' آغا جان تیزی سے بھاگتے ہوئے آئے تھے۔

گولی زرخان کے سینے پر لگی تھی، اس لیے وہ تادیر ہمت نہیں کر سکا اور چند سانسوں کے بعد ہی دم توڑ دیا تھا۔ چند ہی گھنٹوں میں بہت سی قیمتی جانیں موت کے گھاٹ اتر چکی تھیں، اپنا نام و نشان اپنی پہچان کھو چکی تھیں۔

☆.....☆

راحیل آفریدی کی آنکھیں نم ہو گئی تھی، اپنی بیتی زندگی کا ایک ایک اوراق آج انہوں نے غنویٰ کے آگے کھول دیا تھا۔ ماضی کے دریچوں میں جھانکتے ہوئے خود غنویٰ کا چہرہ بھی اشکوں سے بھیگ گیا تھا۔ اتنا غم اتنی تکلیف درد چھپا یا ہے اس کے ماما ڈیڈی نے اس کا دل جیسے شدت غم سے پھٹا جا رہا تھا۔

Scanned by CamScanner

''ڈیڈی۔'' غنویٰ نے راحیل آفریدی کے ڈھلے ہوئے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ راحیل آفریدی نے اپنی بھیگی آنکھیں صاف کی تھیں۔

''تمہاری ماما سلویٰ سے بہت پیار کرتی ہیں تم سے زیادہ ہم جو چار سال تک بے اولاد رہے سلویٰ کے گود میں آنے کے بعد ہمیں تمہاری خوشی کی نوید ملی تھی۔'' راحیل آفریدی نے غنویٰ کے سر پر دستِ شفقت رکھا تھا۔ غنویٰ نے راحیل آفریدی کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں عقیدت واحترام سے تھام کر ہاتھ کی پشت پر بوسہ لیا تھا۔ اسی اثناء میں ملازمہ چائے کی ٹرالی گھسیٹتی لے آئی تھی، غنویٰ نے چائے اپنے اور راحیل آفریدی کے لیے بنائی تھی، اسے اپنے ڈیڈی اور سب سے زیادہ اپنی ماما کو سنبھالنا تھا ان کی ہمت بندھانی تھی کیونکہ وہ تو اس شادی سے قطعی لاعلم تھے۔

''ڈیڈی یہ شمشیر کون تھا؟'' چائے کا خالی کپ غنویٰ نے واپس ٹرالی میں رکھا۔

''زریں گل کے بچپن کا منگیتر، ان کے خاندان میں جب لڑکی کسی کے نام کی انگوٹھی پہن لے تو چاہے لڑکا کسی وجہ سے مر ہی کیوں نہ جائے وہ لڑکی ساری عمر اسی کے نام پر بیٹھی رہتی ہے اور زریں گل تو شمشیر کی مانگ تھی اور اس کا خاندان بھلا کیسے برداشت کر لیتا کہ زریں گل کسی دوسرے لڑکے کے بارے میں سوچے بھی مگر یونیورسٹی میں ہی فصیح اور زریں گل کی دوستی ہوئی دوستی کب محبت اور عشق وجنون میں بدلی ان لوگوں کو ہی خبر نہیں ہوئی۔ میں گیا تھا حویلی آغا جان اور اس کے بھائی زرخان ملک سے زریں گل کا رشتہ لینے فصیح کے لیے، مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا کہ ان کے ہاں غیر خاندان میں شادی کرنے کے بارے میں سوچنا بھی گناہ سمجھا جاتا ہے مگر میں مایوس ہی لوٹا میری کوئی تاویل ان لوگوں کو قائل نہیں کر سکی، تو مجبوراً فصیح اور زریں گل نے یہ انتہائی قدم اٹھا لیا تھا، میں جانتا تھا کہ وہ اپنی عزت وغیرت کے لیے کس قدر حساس ہیں، غیرت کے نام پر خاندان کے خاندان، نسلیں ختم کر دی جاتی ہیں تو پھر زریں گل اور فصیح کو کیسے بخش دیتے۔ وہ لوگ اپنی ناکامی پر بپھر گئے تھے۔ کسی بھوکے شیر کی طرح بو سونگھتے ہوئے ان لوگوں تک پہنچ ہی گئے اور چند ہی لمحوں میں چند ہی پل میں اس روئے زمین سے ان کا نام ونشان تک مٹا دیا تھا۔ ان لوگوں کو پتا چل گیا تھا کہ اس دن زریں گل کے ہاں کسی نومولود بچے نے جنم لیا ہے وہ تو اس معصوم جان کے بھی خون کے پیاسے تھے۔

''تو وہ مردہ بچی.....'' غنویٰ کے دل ودماغ میں یہ سوال گردش کرنے لگا تھا۔

''جس وقت شمشیر زریں گل کو مار کے نکل رہا تھا گولی کی آواز سن کر میں اور شناء تیزی سے زریں گل کے روم میں بھاگے تھے مگر جب تک وہ دم توڑ چکی تھی۔

''زریں گل۔'' پیچھے مڑ کے دیکھا تو آغا جان اپنے ملازم کے ہمراہ وہاں اندر داخل ہوئے تھے، اپنی لاڈلی بیٹی کی خون میں لت پت لاش دیکھ کر وہ بھی رو دیئے تھے۔

''بہت سمجھایا زرخان کو شمشیر کو مگر یہ جوان خون کا ابال تھا، بدلہ لیے بغیر ٹھنڈا ہونے والا نہیں انتقام کی آگ نے دونوں کو اندھا کر دیا تھا میری بچی، میں تمہاری حفاظت نہیں کر سکا۔ یہ دشمنی ختم نہیں کر سکا اس بھڑکتی ہوئی آگ کو نہیں بجھا سکا جس کے دہکتے ہوئے انگاروں کی لپیٹ نے تمہیں تمہاری خوشیوں کو نگل لیا، مجھے معاف کر دو۔'' آغا جان نے زریں گل کا خون میں بھیگا چہرہ ہاتھوں میں لیا تھا۔

''مگر میرا تم سے وعدہ ہے تمہاری اولاد کو کچھ نہیں ہونے دوں گا۔'' آغا جان اٹھے اور پاس ہی کھڑے راحیل آفریدی کے پاس چلتے ہوئے آ ٹھہرے تھے اور ان کے پیچھے دبکی سہمی ڈری سی شناء کو دیکھنے لگے اس کی

Scanned by CamScanner

گود میں گلابی کپڑے میں اس چھوٹی سی معصوم سی بچی کو دیکھنے لگے جس میں انہیں اپنی زریں گل کی شبیہہ نظر آنے لگی تھی۔ انہوں نے ہاتھ بڑھا کے ثناء کے ہاتھ سے اس معصوم سی جان کو لے لیا تھا۔

''پلیز آغا جان! اس کو ہم سے الگ مت کریں میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔'' راحیل آفریدی نے اپنے دونوں ہاتھ آغا جان کے آگے جوڑ دیئے تھے۔ آغا جان نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اس معصوم پری کو دیکھا جو حالات سے بے خبر بے فکر ہو کر پرسکون نیند سو رہی تھی جسے یہ نہیں معلوم کہ اس کی ماں مر چکی تھی جس کا باپ اسے دنیا میں چھوڑ کے جا رہا تھا۔

''آغا جان!''

ثناء کی تڑپتی آواز پر آغا جان نے ثناء کو دیکھا اور پھر اس بچی کے ماتھے پر پیار کر کے واپس ثناء کی گود میں ڈال دیا تھا۔

''یہ لو، ہماری زریں گل کی پرچھائی ہے اور ہم اپنی بچی پر برا سایہ نہیں ڈالنے دیں گے۔ زریں گل کی تو حفاظت نہیں کر سکے مگر اپنی نواسی کو کچھ نہیں ہونے دیں گے۔ راحیل آفریدی آج سے اس بچی کی ذمہ داری ہم تمہیں سونپتے ہیں یہ تمہارے پاس ہماری امانت ہے۔ بہت جلد انشاء اللہ ہم اپنی امانت تم سے واپس لے لیں گے۔'' آغا جان نے نظر بھر کے اس معصوم سی بچی کو دیکھا۔

''اور ایک بات کا خیال رکھنا اس بچی کی ولدیت کے خانے میں فصیح آفریدی نہیں راحیل آفریدی کا نام ہونا چاہیے ہم نہیں چاہتے کہ وہ لوگ فصیح آفریدی کے نام تک بھی پہنچیں۔

''جی آغا جان!'' راحیل آفریدی خوش ہو کہ ماتم کرے کچھ نہیں جانتا تھا۔

''دین محمد۔'' آغا جان نے اپنے خاص وفادار ملازم کو پکارا جو پیچھے سر جھکائے دونوں ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ آغا جان کے پکارنے پر تیزی سے آیا۔

''حکم سائیں!''

''جاؤ جلدی سے ایک مردہ بچی کا انتظام کرو۔''

''جی سائیں۔''

''اور پھر شمشیر کو وہ مردہ بچی دیکھا کر ثابت کر دیا کہ فصیح اور زریں گل کی بیٹی بھی مردہ پیدا ہوئی ہے۔'' غنویٰ نے بغور اپنے باپ کی آنکھوں میں دیکھا تھا، جہاں بھائی کی جدائی کے گزرے دنوں کی یادیں تھیں۔

''اسی لیے تمہاری ماما چاہتی تھیں کہ ان کی سہیلی کے بیٹے سمیر سے سلویٰ کی شادی جلد از جلد ہو جائے تا کہ وہ ہمیشہ کے لیے محفوظ رہے اسے آغا جان یہاں سے لے کر نہ جائیں مگر اچانک ہی ہارٹ اٹیک نے ان کو اسپتال پہنچا دیا۔ جس دن ثناء کو اسپتال میں ایڈمٹ کیا اسی دن اسپتال میں آغا جان سے ملاقات ہوئی وہاں وہ اپنے کسی دوست کو دیکھنے آئے تھے اور ہم سے ٹکرا گئے۔

''ڈیڈی کیا سلویٰ جانتی ہے اپنی اس حقیقت کے بارے میں۔''

''ہم نے ضروری نہیں سمجھا کہ سلویٰ کو اس حقیقت کے بارے میں آگاہ کیا جائے۔''

غنویٰ کی نظروں میں سلویٰ کا چہرہ گھوم گیا تھا۔ یہ حقیقت یہ سچائی جس قدر خوش آئند تھی اتنی ہی کڑوی اور تکلیف دہ بھی تھی، وہ دونوں سگی بہنیں نہ سہی مگر سگی بہنوں سے کم بھی نہیں تھیں۔ سلویٰ اس کے چچا کی بیٹی تھی، یہ بہت اچھی اور خوشی کی بات تھی مگر وہ ساتھ ہی اب شہکاشہ ملک کی بیوی بھی تھی یہ تکلیف دہ بات تھی۔ وہ شہکاشہ

Scanned by CamScanner

ملک جو آغا جان کے ساتھ راحیل آفریدی کے ہمراہ ان کے گھر پہلی بار آیا تھا۔ غنویٰ اور سلویٰ ڈرائنگ روم میں آئیں، دونوں نے آغا جان کو سلام کیا تھا۔

''وعلیکم السلام، جیتی رہو خوش رہو۔'' آغا جان نے دونوں کو خوش دلی سے جواب دیا اور دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھا مگر سلویٰ کو اپنے سینے سے لگا کر اس کے سر پر بوسہ لیا تھا۔ اتنی اسپیشل ٹریٹمنٹ غنویٰ کی سمجھ سے باہر تھی۔

''یہ شہکاشہ ہے ہمارا بڑا پوتا۔'' آغا جان نے سنگل صوفے پر مغرورانہ اور شاہانہ انداز میں براجمان شہکاشہ ملک سے تعارف کرایا تھا۔ شہکاشہ ملک کے چہرے سے ہی نہیں اس کے ہر ہر انداز سے غرور ٹپک رہا تھا، صاف لگ رہا تھا کہ وہ وہاں زبردستی بیٹھا ہے۔

غنویٰ کو تو وہ بندہ ایک آنکھ نہ بھایا تھا، جس کا اظہار اس نے اکیلے میں سلویٰ سے کر دیا تھا۔

''چھوڑو ہمیں کون سی اس سے رشتے داری جوڑنی ہے۔'' سلویٰ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تو اور کیا کلف لگا ہوا، اکڑ تو دیکھو جیسے ایک کائنات کا بادشاہ ہو، سچی سخت زہر لگ رہا تھا۔'' غنویٰ دل کھول کر اپنا غصہ اپنے دل کے پھپھولے پھوڑ رہی تھی۔

''پاگل ہوئی ہے، ہوم بلاوجہ کا مت اپنا خون جلاؤ۔'' سلویٰ جانتی تھی غنویٰ کی طبیعت اور مزاج کو۔

''خون کیوں نہ جلاؤں تم ہی دیکھو میں نے سلام کیا جواب تک دینا ضروری نہیں سمجھا جیسے خدانخواستہ ہم نے اس کی جائیداد چرالی ہو۔''

مگر خون کیا خشک ہوتا اس خون میں ابال تو اس وقت اٹھا جب راحیل آفریدی نے خبر سنائی کہ آج شام تمہارا نکاح شہکاشہ ملک سے ہے۔

''سلویٰ! نہیں منع کر دو صاف انکار کر دو تم حامی نہیں بھرو گی۔'' مگر غنویٰ کی نہیں سنی گئی بلکہ دونوں بہنوں میں ناراضی بھی ہو گئی تھی۔

سلویٰ کی غیر موجودگی بہت محسوس ہو رہی تھی بہت شدت سے یاد آ رہی تھی اس کی کمی مگر اچانک وقت نے ایسا پلٹا کھایا کہ سلویٰ اتنی دور اسی اکڑ و کلف لگے شخص کے ساتھ کوئٹہ چلی گئی تھی۔

☆.....☆

حویلی آ گئی تھی، سورج الوداع کہہ چکا تھا مگر حویلی کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا اس کی چکا چوند روشنی دور دور تک ہر شے پر پھیلی ہوئی تھی، ڈھول بجانے والے اس خوشی کو اپنے نرالے انداز میں پیش کر رہے تھے، رقص ہو رہا تھا شادیانے پر پشتو گیت گائے جا رہے تھے۔ گو کہ ہر شے جھلملا رہی تھی اور کیوں نہ ہو حویلی کے بڑے بیٹے سردار شہکاشہ ملک کی شادی تھی، وہ کوئٹہ اپنی بیوی لے کر آیا تھا، ہر بڑا ہر بچہ خوشیاں منا رہا تھا تجوریوں کے منہ کھول دیئے گئے تھے، انواع قسم کے کھانے بنائے جا رہے تھے جس میں ان کی روایتی ڈش مٹن کی بجی بھنی جا رہی تھی۔

بڑی سی پجارو رک چکی تھی، جس میں سے سب سے پہلے شہکاشہ ملک ہی اترا تھا، دوسری سائیڈ سے آغا جان اترے مگر سلویٰ کو ابھی اترنے کے لیے منع کر دیا تھا۔ شہزیل ملک مسکراتا ہوا نیچے اترا۔

''مجھے تو ڈر تھا بھایا کہ آپ چلتی ہوئی گاڑی سے چھلانگ نہ لگا دیں۔''

''کیا مطلب؟'' شہکاشہ ملک نے ناسمجھی میں اس کو دیکھا تھا۔

''کیونکہ جو اسپیڈ آپ نے ابھی دکھائی ہے خدانخواستہ اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔'' شہزیل ملک نے

Scanned by CamScanner

مسکراتے ہوئے چھیڑا تھا۔
''بھایا۔'' وہ ذرا سا شہکاشہ ملک کی جانب جھکا تھا اور ہولے سے سرگوشی کی۔
''بکو۔'' شہکاشہ ملک کو ایک آنکھ نہیں بھا رہا تھا شہزیل ملک کا چھیڑنا۔
''سلویٰ بھابی کیسی ہیں، اچھی ہیں نا۔'' خود ہی سوال کیا اور خود ہی جواب دیا تھا۔
''پورے رستے تمہاری بک بک برداشت کی ہے لیکن اب اگر کوئی فضول گوئی کی تو یاد رکھنا اس مٹن بجی کی جگہ تم ہو گے۔'' شہکاشہ ملک کے چہرے پر غصے کی لالی دوڑی ہوئی تھی۔
''حد ہے آج تو تھوڑا رومینٹک موڈ بنالیں۔'' وہ شرارت سے مسکرا دیا تھا۔
''تم ایسے باز نہیں آؤ گے روکو۔'' اور اس سے پہلے کہ شہکاشہ ملک اس کو گردن سے پکڑتا وہ نو دو گیارہ ہو گیا تھا۔
''کہاں ہے میری شہکاشہ کی دلہن۔'' بے بے گل اپنی ملازموں کے ساتھ وہاں آئی تھیں۔
شہکاشہ ملک کو وہاں مزید ٹھہرنا دوبھر لگ رہا تھا، اس لیے وہ وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔
بے بے گل سے تو اپنی بے پناہ خوشی سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کیا کچھ نہ کر دیں دنیا جہاں کی ہر خوشی سلویٰ کے قدموں میں ڈھیر کر دیں۔
''دھیرج میراں گل دھیرج۔'' آغا جان سمجھتے تھے ان کی خوشی کو ان کی بوڑھی آنکھوں میں جو پھوٹتی رہتی تھی حویلی کے قمقموں کی روشنی بھی ماند پڑ رہی تھی۔
''آغا صاحب اور کتنا صبر کروائیں گے برسوں سے یہ آنکھیں پیاسی ہیں ترس رہی ہیں اپنی زریں گل کی نشانی کو دیکھنے کے لیے۔'' ان کے ہر انداز سے بے تابی بے صبری بے قراری ٹپک رہی تھی۔
''شش.....'' آغا جان نے جلدی سے ان کے ہلتے لبوں پر ہاتھ رکھ دیئے تھے۔
''آپ کو منع کیا تھا نا۔''
''معاف کر دیں آغا صاحب غلطی ہو گئی مگر کیا کروں دل سنبھل نہیں رہا خوشی ہاتھوں سے نکلی جا رہی ہے۔''
آغا جان ہولے سے مسکرا دیئے تھے وہ اچھی طرح سمجھ سکتے تھے اور پھر مزید ان کا امتحان نہ لیتے ہوئے گاڑی کی پچھلی سائیڈ کا دروازہ کھولا تھا۔
''آیئے سلویٰ بیٹی۔'' آغا جان نے ہاتھ آگے بڑھایا تھا، سلویٰ نے ان کو دیکھا اور پھر ان کا بڑھا ہوا ہاتھ اور پھر جھجکتے ہوئے ان کا ہاتھ تھام لیا تھا۔
آغا جان کا ہاتھ تھامے وہ گاڑی سے باہر نکلی تھی۔
''ماشاءاللہ چشم بددور، نظر کا نور۔'' بے بے جان نے فوراً سے اسے اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔
ایسی ٹھنڈک ایسا سکون جیسے سلویٰ کو نہیں اپنی لاڈلی زریں گل کو اپنے سے لگا لیا ہو۔ وہی پرچھائی وہی خوشبو بالکل ہو بہو اس جیسی۔ بے بے گل نے اس کو خود سے الگ کرنے کے بعد اپنی ہتھیلیوں میں اس کا سندر سا چہرہ بھر لیا تھا۔ سلویٰ کو جانے کیوں ان خاتون سے گلے لگ کر الگ سکون کچھ الگ ہی سرور سا ملا تھا۔ دل جیسے بہت پرسکون ہو گیا ہو، ان کے نورانی چہرے میں اس کو ہلکی سی اپنی شبیہ محسوس ہوئی تھی۔ اتفاقاً ان کی بڑی بڑی سرمئی آنکھیں بالکل اس کی جیسی تھیں، صاف شفاف سفید رنگ جس پر ہلکی سی جھریاں ضرور تھیں مگر پھر بھی الگ ہی نور تھا۔ الگ ہی اس چہرے سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ جیسے سلویٰ بنا پلک جھپکائے بس تکے ہی جا رہی تھی۔

Scanned by CamScanner

جانے کیوں وہ اس نورانی چہرے کو اپنی آنکھوں میں بسا کر دل میں اتارنا چاہتی تھی، کیا خاص وجہ ہے کیا راز ہے وہ سب سے بے خبر انجان بس تک تکے ہی جا رہی تھی۔

''لاؤ بھئی جلدی سے کالے بکرے لے آؤ۔'' ملازمہ چار کالے کالے بکرے لے آئی۔

''چلو میری بچی ان پر ہاتھ رکھو یہ سب صدقے کے ہیں۔''

''جی۔'' سلویٰ ان موٹے تگڑے کالے بکروں سے سہم سی گئی تھی اس کا سہمنا آغا جان محسوس کر چکے تھے اس لیے وہ آگے بڑھے اور اس کو اپنے سے لگا کر تھوڑا آگے بڑھے۔

''کچھ نہیں ہوگا میری بچی تم بس ان پر اپنا ہاتھ رکھ دو۔'' اور پھر سلویٰ کا ہاتھ پکڑ کے آغا جان نے باری باری چاروں بکروں کے سر پر ہاتھ پھیرا دیا تھا۔

''لاؤ بھئی اب اپنی بیٹی کی نظر بھی اتاریں گے۔'' اور پھر تین چار ملازمائیں تھالی لیے چلی آئیں جن میں پیسے کپڑے وغیرہ تھے۔

''جاؤ یہ سب کچھ غریبوں میں تقسیم کر دو۔''

''آؤ میری بچی۔''

''ماہ رخ، لالہ جان، رانی گل، کشمالہ، کہاں ہو تم سب چلو جلدی آجاؤ۔'' بے بے گل نے اپنے سب رشتے داروں کے نام لیے جو لمحے بھر میں حاضر ہو چکی تھیں۔

''چلو بھئی ہمارے شہکاشہ کی دلہن کو خوب سجا سنوار دو۔''

''جی بے بے گل۔'' ساری کھلکھلاتی ہوئی ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتی شرارتی جملے کستی آگے بڑھیں اور سلویٰ کو تھام لیا۔

''آیئے دلہن!'' اور پھر ایک گھنٹے میں سلویٰ کو پیر کے ناخن سے سر کے بال تک پورا سجا دیا جس نے دیکھا عش عش کر اٹھا کوئی ایسا شخص نہیں جس نے سلویٰ کی تعریف نہ کی ہو، زنانہ اور مردانہ پورشن الگ الگ تھا جہاں یہ خواتین تھیں کوئی مرد نہیں آ سکتا تھا، اس لیے سب نے اپنے اپنے انداز میں رقص کر کے خوشی کا اظہار کیا تھا۔

''ارے کوئی شہکاشہ کو بھی تو بلا کے لاؤ۔'' ایک خاتون نے شرارت سے دلہن بنی سلویٰ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں ہاں شہکاشہ کو بلاؤ کب تک دلہن اکیلی بیٹھی رہے گی۔''

''کسی کو کوئی زحمت یا تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے دولہا میاں آپ لوگوں کی عدالت میں حاضر خدمت ہیں۔'' شہزیل ملک نے شہکاشہ کی چوڑی کلائی تھام رکھی تھی۔

''بڑی مشکل سے نوشے میاں ہاتھ لگے ہیں جیسے ان کی نہیں کسی اور کی شادی میں شرکت کرنے آئیں ہوں۔''

''یہ آپ نے بالکل ٹھیک کام کیا۔'' ایک لڑکی بولی جو شہزیل ملک کی رشتے میں کزن تھی لالہ رخ۔

''ارے جناب ہم تو اس سے بڑے بڑے کام کر سکتے ہیں بشرطیکہ آپ کا تعاون درکار ہو۔'' شہزیل ملک نے پھر شوخی سے لالہ رخ کو دیکھا تھا۔

''مگر مجھے آپ کا کوئی تعاون نہیں چاہیے مسٹر شہزیل ملک۔'' وہ دوبدو بولی تھی۔

''چلو تم نہ سہی کوئی اور سہی۔'' محفل گویا زعفران بن گئی تھی۔

''بہت ہی بے شرم ہے یہ لڑکا تو۔'' دور پرے کی ایک بوڑھی خاتون مسکراتے ہوئے بولیں۔

Scanned by CamScanner

''ارے آنی جان! اگر شرم کے پردے لے کر بیٹھا رہا تو بڑھ گئی میری نسل آگے اور مجھے تو کم از کم ایک فوج تیار کرنی ہے۔'' چٹکلے پر چٹکلے چھوڑتا شہزیل ملک ان خاتون کے گلے میں بازو دراز کر گیا تھا۔

''ارے پرے ہٹو، ساری شرم لحاظ بھول گئے ہو۔'' وہ خاتون تو جھجکتی ہوئی اپنے شانے سے اس کا بازو نکال کر بے جان کے پاس آ بیٹھی تھیں۔ شہزیل ملک زور سے ہنس دیا تھا۔

''ارے آنی جان آپ تو یوں شرما گئی ہیں جیسے خدانخواستہ آپ سے تعاون مانگ رہا ہوں۔'' ہنسی کا جو فوارہ پھوٹا سو پھوٹا مگر آنی جان کی چپل ضرور شہزیل ملک کی خیر سگالی کر گئی تھی۔ شہکاشہ ملک بھی ہولے سے مسکرا دیا تھا۔

اور آپ یونہی دور کھڑے کھڑے مسکرائیں گے یہاں آئیں اور اپنی دلہن کے پاس بیٹھ کر مسکرائیں۔'' شہزیل ملک نے شہکاشہ ملک کو پکڑ کر ایک جھٹکے سے سلوئی کے برابر میں بیٹھا دیا تھا۔ شہکاشہ ملک کے اس طرح بیٹھنے سے اس کا چوڑا اکسرتی شانہ سلوئی کے نازک شانے سے ٹکرایا تھا۔

''تمہیں کبھی تمیز نہیں آئے گی۔'' شہکاشہ ملک کے عنابی لبوں سے مسکراہٹ ایسے غائب ہوئی جیسے دودھ میں سے مکھی، سلوئی کی موجودگی محسوس کر کے اس کے شریانوں میں لاوا سا دوڑا گئی تھیں جب کہ اس کے مقابل سلوئی کا دل جیسے ابھی پسلیوں کی دیوار توڑ کے باہر آ جائے گا۔ اے سی کی اس ٹھنڈے روم میں اس کی ہتھیلیاں بھیگ گئی تھیں۔

''چلو رسم کرنا شروع کرو۔'' سب نے باری باری منہ دکھائی دی تھی، بہت سی دعاؤں کے ساتھ، کچھ تو شرارت بھرے جملے بھی کہتی نکل جاتیں تو سلوئی شرم سے پانی پانی ہو جاتی اس کا سر مزید جھک جاتا شرم و حیا سے۔

''اتنا پٹر پٹر بول رہے ہو تم کچھ بھی دو گے اپنی بھابی کو۔'' لالہ رخ نے شہزیل ملک پر ہٹ کی تھی۔

''میری کیا مجال جو میں انہیں کچھ دوں، وہیں کی تو یہ۔''

''شرم تو آ رہی نہیں منہ پھاڑ کے مانگتے ہوئے یہ بولو نہ کہ کنجوسی میں جھنڈے گاڑھے ہوئے ہیں۔''

''چلو شہزیل ملک کنجوس سہی، مگر بھایا تم کنجوسی مت دکھانا کم از کم چھ سات بچوں کا چاچو ضرور بنانا سمجھے، ہے نا لالہ رخ۔'' اس نے شوخی و شرارت سے مسکراتے ہوئے لالہ رخ کو آنکھ ماری تھی۔

لالہ رخ کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا، اس کا وہاں سے ہٹ جانا ہی بہتر تھا، ورنہ شہزیل ملک ہار ماننے والوں میں سے قطعی نہیں تھا۔

''بہت ہنسی مذاق ہو گیا چلو اب دلہن کو آرام کرنے دو۔'' بے بے جان کو احساس ہوا کہ سلوئی بہت تھک گئی ہے۔

''بالکل چلو بھایا! آخری رسم کو پایہ تکمیل تک پہنچاؤ۔'' شہزیل ملک کو بھی سلوئی کی تھکن کا احساس جاگا تھا۔

''کون سی آخری رسم۔'' شہکاشہ ملک کو انہی فضول رسموں نے چڑا دیا تھا۔

''یہی کہ آپ اپنے کسرتی بازوؤں میں سلوئی بھابی کو اٹھا کے روم تک لے کر جائیں گے۔'' شوخی سے مسکراتے ہوئے اپنے چڑچڑے بھایا کو دیکھا۔

''واٹ یہ کیا بکواس ہے۔'' وہ تو صحیح معنوں میں سلگ کر رہ گیا۔

''یہ کوئی بکواس نہیں میری جان ہمارے خاندان کی رسم ہے۔'' بے بے جان اپنے بازو میں لیے سلوئی کو اس کے مقابل لائیں۔

''میں نہیں مانتا ایسی کوئی خاندانی رسم کو۔''

Scanned by CamScanner

''نہیں بیٹا ایسا نہیں بولتے بدشگونی ہوتی ہے۔'' بے بے جان نے اس کے عنابی لبوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

''اف..... اوہ شہکاشہ بھایا! آپ بھی کس قدر شرما رہے ہیں کچھ سبق اپنے بے شرم بھائی سے ہی سیکھ لیتے۔'' لالہ رخ نے اپنا پچھلا حساب چکتا کرنا چاہا۔

''مورے پر تو تم بلاوجہ ہی ڈیپینڈ کر رہی ہو بھایا کی شادی میں رسم اگر چھوٹے بھائی کو کسی لڑکی کو گود میں اٹھانے کی رسم ہوتی تو قسم سے سب سے پہلے ابھی تم ہی میرے بازوؤں میں ہوتیں۔'' سامنے بھی کوئی معمولی شخص نہیں تھا۔ شہزیل ملک تھا، لالہ رخ بری طرح گھور کے رہ گئی باقی سب کی دبی دبی ہنسی نکلی تھی۔

''اور تمہیں میں اپنے بازوؤں میں بٹھا کر لے چلتا ہوں۔'' حرب نے شہزیل ملک کا کان زور سے پکڑ لیا تھا۔

''ارے باپ رے باپ مورے آپ۔'' شہزیل ملک کی گھگی بندھ گئی تھی۔

''کتنی دیر سے سن رہا ہوں کب سے میری بیگم کو تنگ کیے جا رہا ہے اب ذرا مجھ سے بھی دو دو ہاتھ ہو جائے۔''

''وہ تو میں مذاق کر رہا تھا ہے نارخ بھابی۔'' اس نے لالہ رخ کی جانب دیکھ کر تصدیق چاہی تھی مگر لالہ رخ سمیت سب زور زور سے ہنس دیئے تھے۔

''ہمارا خیال ہے تمہاری ٹھیک ٹھاک درگت بننی چاہیے۔''

''یار یہ کیا بات ہوئی، شہکاشہ بھایا بچائیں نا مجھے اس جن سے۔''

''حرب! میری فل سپورٹ تمہارے ساتھ ہے۔'' شہکاشہ ملک نے ہری جھنڈی دکھا دی تھی۔

شہزیل ملک نے حرب سے اپنا کان چھڑایا اور تیزی سے بھاگا کیونکہ وہ جانتا تھا حرب کے ہاتھ لگنے کا مطلب واقعی اپنی شامت بلانا تھا۔ حرب اور لالہ رخ بھی اس کو پکڑنے اس کے پیچھے بھاگے تھے۔

''ان لوگوں کی یہ مستیاں تو رات گئے تک چلتی رہیں گی تم سلویٰ کو بیڈروم میں لے چلو۔'' بے بے جان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بے بے جان اس کے دونوں پاؤں صحیح سلامت تو ہیں۔''

''بس اب کوئی بحث نہیں۔'' ان کے لب و لہجے میں معمولی سی سختی آ گئی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے دلہن کے لباس میں مقید اس نازک سے وجود کو اپنے کسرتی بازوؤں میں بھر لیا تھا۔

''اوہ..... اوہ.....'' شرارت بھرے نعروں پر اس نے کوئی کان نہ دھرے۔ ہاں چہرے پر زمانے بھر کی سختی کرختگی ضرور تھی جو کوئی نہیں دیکھ سکا تھا۔

سب اپنا اپنا مذاق ضرور کر رہے تھے۔ شہکاشہ ملک کے حوالے سے اسے چھیڑ بھی رہے تھے مگر اس بات سے بے خبر کہ سلویٰ کے دل کی حالت زیر و بم ہے ایک تلاطم ایک طوفان برپا تھا اس کے دل میں۔ آندھی ہچکولوں کے جھٹکوں میں تھا اس کا وجود، شہکاشہ ملک اس کو نہایت ہی کوئی سخت جاگیردار لگا تھا اس کو وہ بھلا کیسے میں کیسے سامنا کرے گی۔ بیڈروم تک آنے تک وہ اپنے عقل و خرد کھوتی چلی گئی تھی، آنکھیں بند ہوتی چلی گئی تھیں۔ ذہن کی اسکرین پر ایک سیاہ پردہ چھا گیا تھا اور وہ بے حس بے دردیا سلویٰ کو یونہی بیڈ پر ڈالے منہ پھیر کر ڈریسنگ روم میں چلا گیا تھا۔

☆.....☆

''کشمالہ میری بچی صبر کر۔'' رانی گل اس بپھری ہوئی شیرنی کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی مگر وہ کسی بنا پانی کی مچھلی کی طرح اس کے ہاتھ سے نکلی جا رہی تھی۔

''نہیں ہوتا صبر مجھ سے، شہکاشہ پر صرف اور صرف میرا حق ہے وہ میرا ہے تیس سال میں نے اس کا شدت سے انتظار کیا ہے کہ اب میں اس کی دلہن بنوں گی اس حویلی کی بڑی بہو ہوں گی مالکن بنوں گی ایک سردار کی بیوی بنوں گی اور یہ حق مجھ سے چھین کر کسی اور کی جھولی میں ڈال دیا گیا کیوں۔'' جذباتی شور دیدہ ہر شے تہس نہس کر دینے والی ہواؤں کی طرح وہ بالکل بکھری جا رہی تھی۔ سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی۔ کمرے کی ہر شے اٹھا اٹھا کر پھینک رہی تھی۔

''آغا جان اور بے بے جان نے بہت غلط کیا میرے ساتھ ناانصافی کی ہے انہوں نے میرے ساتھ۔'' وہ تڑپ رہی تھی۔ بلک بلک کر رو رہی تھی چیخ چلا رہی تھی مگر دل کو کسی طرح سکون نہیں مل رہا تھا۔

''کشمالہ میری بات تو سنو۔''

رانی گل نے اس بکھری کشمالہ کو پکڑ لیا مگر وہ اس سرسراتی آوارہ ہوا کی طرح تھی جو ہاتھ ہی نہیں لگ رہی تھی۔ اس کا غصہ، غیض و غضب جاہ و جلال کیا کچھ نہیں تھا اس وقت کشمالہ کے اندر۔ رانی گل کی آنکھوں میں آنسو تھے اس سے بھی اپنی بیٹی کی یہ اجڑی بکھری حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی مگر وہ بھی مجبور تھی کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ آغا جان کا فیصلہ پتھر پر لکھی لکیر کی طرح تھا انہوں نے اگر کہہ دیا تو لازمی اس پر عمل ہونا ہے کسی کو چوں کرنے کی اجازت نہیں تھی، سوال اٹھانے کی اجازت نہیں تھی مگر اپنی اکلوتی بیٹی کی جو یہ بکھری اجڑی حالت دیکھ رہی تھی تو دل کر رہا تھا کہ جائے اور پوچھے آغا جان سے بے بے جان سے کہ کیوں کیا انہوں نے یہ ناانصافی یہ زیادتی ان لوگوں کے ساتھ۔ اس قاتل کی بھتیجی کو کشمالہ پر کیوں فوقیت دی۔

''مگر..... نہیں.....''

''یہ وقت ہوش سے کام لینے کا ہے جوش اور جذبات سے کام سنورتے نہیں بگڑتے ہیں کشمالہ کی طرح اگر وہ بھی ہاتھ پیر چھوڑ بیٹھی تو سب ہاتھ سے نکل جائے گا۔ شہکاشہ ملک ہاتھ سے نکل جائے گا جو ان کے ایک اشارے پر چلتا تھا ان کی مانتا تھا اور سب سے بڑھ کر انہیں چاہتا تھا اور ان کی عزت کرتا تھا مگر اس حقیقت اور سچائی سے بھی منہ نہیں موڑا جا سکتا کہ رانی گل سے پیار ان کی عزت و احترام ایک طرف مگر آغا جان اور بے بے جان اس کی کمزوری ہیں، جن میں شہکاشہ ملک اور شہزیل ملک کی جان بستی تھی۔

''کھیل کھیلنا ہوگا مگر بہت ہوشیاری اور چالاکی سے، شطرنج کے مہروں کی طرح ایک ایک چال بہت سنبھل کر اور سوچ سمجھ کر چلنی ہوگی کہ جیت صرف اور صرف اس کا اور اس کی بیٹی کا مقدر ٹھہرے۔'' رانی گل کا شاطرانہ دماغ بہت سی کڑوی اور زہریلی سوچوں کے تانے بانوں میں الجھتا جا رہا تھا۔

''کشمالہ..... بس بہت ہو گیا۔'' رانی گل نے سختی سے اس کو جھنجھوڑ دیا تھا۔

''ماں جان!''

''چپ۔'' رانی گل نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی تھی۔

''تمہیں شہکاشہ ملک چاہیے نا۔''

''جی میں نہیں رہ سکتی شہکاشہ کے بغیر، میں مر جاؤں گی۔ مجھے شہکاشہ چاہیے۔'' وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ رانی گل نے اس کو خود سے بھینچ لیا تھا۔

Scanned by CamScanner

''شہکاشہ ملک صرف تمہارا ہے، اسے تم سے کوئی چھین نہیں سکتا اسے تمہارے پاس ہی آنا ہے چاہے کچھ بھی ہو جائے۔'' رانی گل کی آنکھوں میں آنے والے دنوں کی چمک تھی۔

☆.....☆

سلوئی نے ہولے ہولے آنکھیں وا کیں، چھت پر نگاہیں مرکوز تھیں جیسے رنگ برنگے گلیئر سے الگ الگ شیپ تھرماپول کو چپکایا گیا تھا یا تھ چھوٹی چھوٹی سی کلونل بالز بھی لٹکائی ہوئی تھیں، خوب صورت سے نگینے کے دونوں سائیڈ پر خوب صورت و قیمتی کانچ کے فانوس لٹکائے ہوئے تھے وہ جو لمحے بھر کے لیے سب بھول گئی تھی یکدم سے دماغ کا شعور بیدا ہوا تھا اور ایک ایک سین ذہن کی اسکرین پر کسی فلم کی مانند بھاگنے دوڑنے لگا تھا، اس کو محسوس ہوا وہ کسی نرم ملائم گدے پر لیٹی ہے۔ سب کچھ یاد آنے پر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھی تھی کہ سر پر لگا اس کا دوپٹہ سر سے لڑھک کر کندھے پر ٹک گیا تھا۔ سامنے نظر پڑی تو جیسے دل کی دھڑکن تیزی سے سہم کر گئی تھی۔ سامنے صوفے پر پاؤں پر پاؤں جمائے مغرورانہ انداز میں شہکاشہ ملک براجمان اسموکنگ کر رہا تھا۔ سلوئی کو ہوش میں آتے دیکھ کر شہکاشہ ملک نے مزید ایک دو گہرے کش لے کر باقی ماندہ سگریٹ ایش ٹرے میں مسل دیا اور وہاں سے کھڑا ہوا۔

''میں تو سمجھا شاید اب تمہاری آنکھیں قیامت والے دن میدانِ حشر میں کھلیں گی مگر میں غلط ثابت ہوا۔'' شہکاشہ ملک اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور چلتا ہوا بیڈ سے تھوڑے فاصلے پر جا ٹھہرا۔

''وہ رہا وارڈ روب جہاں تمہارے استعمال کی ہر شے موجود ہے، اب اٹھو اور جلدی سے اپنا حلیہ چینج کرو کیونکہ مجھے کوئی خواہش نہیں تمہیں اس حلیے میں دیکھنے کی۔'' جتنی لب و لہجے میں بے زاریت تھی اس سے کئی گنا ان آنکھوں میں نفرت ہلکورے لے رہی تھی۔

''اب اٹھو گی یا یونہی بے وقوفوں کی طرح مجھے تکتی رہو گی۔'' سلوئی اس کے دبے دبے انداز میں چیخنے پر گڑبڑا کے رہ گئی اور جلدی سے بیڈ سے نیچے اتری تھی وہ آگے کیا بڑھتی جلد بازی کے چکر میں اس مضبوط پہاڑ سے بری طرح ٹکرا کے رہ گئی۔ دونوں ہاتھ اس کے چوڑے سینے پر دھرے وہ خوفزدہ آنکھوں سے تکنے لگی تھی۔

''اپنے اعصاب اور دھیان کو قابو میں رکھنا سیکھو میرے سامنے تو بالخصوص۔'' شہکاشہ ملک نے نہایت ہی بے دردی سے اس کے دونوں نازک بازوؤں سے تھام کر خود سے پیچھے کیا تھا۔

سلوئی جتنا شرمندہ ہوتی کم تھا۔

اسی اثناء میں دروازہ دھیرے سے بجا تھا۔ شہکاشہ ملک نے دروازے کی سمت دیکھا پھر سلوئی کو جو ابھی تک بت بنے کھڑی تھی اس نے ایک سرد سانس لی اور اس کی چوڑیوں سے بھی نازک سی کلائی سختی سے تھامے وارڈ روب کے پاس خود ہی لایا اور وارڈ روب کا ڈور کھول کے جو بھی سوٹ ہاتھ لگا اس کو ہاتھ میں دیتا واش روم تک لایا۔

''اس سے آگے کا کام تمہارا ہے یا میری مدد درکار ہے یہاں بھی۔'' سپاٹ لب و لہجے میں کہتا ہوا وہ سلوئی کو درزیدہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ سلوئی کے تو جیسے ہاتھ پاؤں کانپ کے رہ گئے اس کا دل سہم کر رہ گیا، وہ تیزی سے واش روم میں چھپاک سے بند ہو گئی تھی۔

''اسٹوپڈ..... نانسس.....'' اس نے واش روم کے بند دروازے کو گھور کے دیکھا تھا۔

دروازے پر ایک بار پھر سے ہولے سے دستک ہوئی تھی۔ شہکاشہ ملک نے پلٹ کر دروازہ دیکھا اور

Scanned by CamScanner

ایک بار پھر واش روم کے بند دروازے کی جانب دیکھا جہاں اندر سے شاور کے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی اس نے سکھ کا سانس لیا اور دروازہ کھولنے آگے بڑھا۔ شہکاشہ نے دروازہ کھولا جہاں رانی گل کھڑی مسکرا رہی تھی۔

''گڈ مارننگ!''

''گڈ مارننگ رانی پھپھو۔'' زبردستی کی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائی تھی۔

''اندر آنے کو نہیں کہو گے۔'' وہ پوچھنے لگیں۔

''ارے کیوں نہیں آئیں نا۔'' وہ سائیڈ میں ہو گیا تو رانی گل اندر آ گئیں اور ایک ہی پل میں نا صرف پورے کمرے کا جائزہ لے لیا تھا بلکہ رات کا گزرا افسانہ بھی جان گئی تھیں۔

''تو بالآخر آغا جان اپنی ضد میں کامیاب ہو ہی گئے۔''

''جی۔''

''میں جانتی ہوں تم نے بہت کوشش کی ہو گی اس شادی سے انکار کرنے میں۔''

''جی رانی پھپھو! مگر آغا جان کے آگے میری ایک نہ چلی اور آناً فاناً سب کچھ ہو گیا۔''

''کوئی بات نہیں میں سمجھ سکتی ہوں مگر میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ تمہارے بابا کے قاتل کی بھتیجی کو یہاں کیوں بیاہ کے لائے ہیں اور وہ بھی اتنے شاندار پروٹوکول سمیت، اتنا شاندار استقبال آؤ بھگت کیوں، جیسے پیروں کی جوتی میں ہونا چاہیے اسے آسمان پر ہمارے سر پر کیوں بٹھایا جا رہا ہے۔'' رانی گل دھیرے دھیرے زہر اگلنے لگی تھیں۔

''شہکاشہ تم میری گود میں پلے بڑھے ہو میری نظروں کے سامنے ہی جوان ہوئے ہو بھلے ہی آج تم سردار شہکاشہ ملک ہو، مگر آج بھی میرے لیے وہی چھوٹے سے بچے ہو جو میری آغوش میں چھپ کر مجھ سے ہر اچھی بری بات شیئر کرتے تھے۔''

''نفرت کرتا ہوں میں اس لڑکی سے جسے زبردستی میری زندگی پر مسلط کیا گیا ہے، آغا جان کی بات مان تو لی ہے مگر اس سے آگے میں اس لڑکی کو کوئی حق کوئی خوشی نہیں دے سکتا۔'' اس کی سوچیں کڑوی ہونے لگی تھیں۔

''شاباش میرے بیٹے۔'' رانی گل نے فخریہ انداز میں اس کو دیکھتے ہوئے اس کا بازو تھپتھپایا تھا۔

''مجھے اپنی تربیت پر ناز ہے۔''

اسی وقت واش روم کا دروازہ کھلا تھا اور نکھری نکھری سی سلویٰ برآمد ہوئی تھی۔

رانی گل نے رخ کو ترچھا کر کے اس کو دیکھا تھا، رائل بلیو خوب صورت سی کڑھائی والے جارجٹ کے سوٹ میں اس کی گوری رنگت جھلک اٹھی تھی۔

''کمبخت سادگی میں بھی اس قدر حسین ہے تو ہلکے سے سنگھار میں تو دو آتشہ ہو جائے گا اس کا حسن۔'' رانی گل نے نہایت نفرت سے سوچا تھا۔

''میں باہر جا رہا ہوں آپ اس کو لے کر آ جائیے گا کیونکہ یہ میرے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلے مجھے گوارہ نہیں۔'' شہکاشہ بغیر سلویٰ کی طرف دیکھے کمرے سے نکلتا چلا گیا تھا۔ رانی گل نے جاتے ہوئے شہکاشہ ملک کو فاتح مندانہ نظروں سے دیکھا اور پھر سلویٰ کو دیکھنے لگی جو شہکاشہ ملک کی باتوں کے پیچ و تاب میں کھوئی ہوئی تھی، رانی گل شاطرانہ مسکراہٹ لبوں پر سجائے سلویٰ کی طرف بڑھیں۔

Scanned by CamScanner

☆......☆

''آرام سے۔'' راحیل آفریدی، ثناء کو سہارے سے گاڑی سے نیچے اتارنے لگے تھے۔ غنوی بھی جلدی سے دوسری سائیڈ سے نیچے اتری اور ثناء کو دوسری سائیڈ سے سہارا دیئے اندر بڑھنے لگے تھے۔

''راحیل!'' ثناء نے ہولے سے پکارا تھا۔

''ہاں ثناء کہو۔'' راحیل آفریدی جانتے تھے ان کا اگلا سوال کیا ہوگا۔

''آپ جانتے ہیں میں کیا کہنا چاہتی ہوں۔''

راحیل آفریدی نے ثناء کو بیڈ پر احتیاط سے لٹانے کے بعد بلینکٹ ان کے سینے تک ڈال دیا تھا۔ وہ ہٹنے لگے تھے کہ ثناء نے راحیل آفریدی کا ہاتھ تھام لیا تھا، راحیل آفریدی بہت مشکل میں پڑ گئے تھے، جس کا احساس پیچھے کھڑی غنوی کو باخوبی ہوگیا تھا، وہ راحیل آفریدی کو مشکل سے نکالنے کو آگے بڑھی تھی۔

''میں کیا کہہ رہی تھی ڈیڈی! ماما کی صحت یابی کی خوشی میں کیوں نہ پارٹی رکھیں گھر میں۔''

''گڈ آئیڈیا مائی چائلڈ۔'' راحیل آفریدی کا دل بے شک بہت اداس اور افسردہ تھا مگر صرف ثناء کی خاطر چہرے پر جھوٹی ہنسی اور جھوٹی بشاشت لانی ضروری تھی۔

''کیوں ثناء! تمہارا کیا خیال ہے۔'' انہوں نے ثناء سے رائے لی۔

''سلوئی کے بغیر۔''

''کیوں سلوئی کے بغیر ماما اور ہم نے کیا اس سے پہلے بغیر کسی فرد کے کوئی پارٹی منائی ہے جواب منائیں گے، ہم اس دن سلوئی کو وڈیو کال پر لے آئیں گے۔'' غنوی نے سارا مسئلہ حل کر دیا تھا۔

''اور اگر میں ابھی سلوئی سے بات کرنا چاہوں۔''

''ابھی......!'' غنوی تھوڑا گڑبڑائی ضرور ان کی اچانک خواہش پر مگر بہت جلد ہی خود کو سنبھال بھی لیا تھا۔

''ہاں...... ہاں کیوں نہیں مگر ماما اس وقت تو سلوئی سو رہی ہوگی نا، آپ تو جانتی ہیں یہاں پاکستان میں دن نکلا ہوا ہے تو امریکہ میں رات ہو رہی ہوگی۔''

''وہ سب تو ٹھیک ہے مگر مجھے آج ہی سلوئی سے بات کرنی ہے۔'' ان کے لب و لہجے میں ضد کا عنصر بہت نمایاں تھا۔

''اوکے، ثناء ہو جائے گی بات مگر ابھی تم آرام کرو اور سلوئی کو غنوی بیٹا تم میسیج چھوڑ دینا، اب جاؤ اور دیکھو ثناء کے لیے سوپ تیار ہوگیا ہے تو لے کر آؤ۔'' راحیل آفریدی نے وہ ٹاپک ہی کلوز کرنا چاہا۔

''جی ڈیڈی!'' غنوی وہاں سے نگاہ چراتی نکلی تھی، راحیل آفریدی ثناء کے پاس آ بیٹھے تاکہ اِدھر اُدھر کی باتوں میں سلوئی کا ٹاپک بھلا سکیں۔

☆......☆

سلوئی، رانی گل کے ہمراہ ناشتے کی ٹیبل پر آچکی تھی، گھر کے سارے ہی فرد بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے، سوائے شہکاشہ ملک کے وہ بغیر ناشتے کے ہی چلا گیا تھا۔

''شہکاشہ نے ناشتہ کر لیا تھا۔'' بے بے گل نے فکرمندی سے رانی گل سے پوچھا تھا۔

''پتا نہیں بے بے گل میں جب کمرے میں گئی تو وہ نکل رہا تھا۔''

''کوئی بات نہیں ابھی میں فون کر کے بلوا لوں گا، آپ پریشان مت ہوئیے میراں گل اور جو سامنے ہے

Scanned by CamScanner

CS CamScanner

اے اپنے ہاتھ سے ناشتہ کھلائیے۔'' آغا جان نے اپنے سائیڈ پر بیٹھی سلوئی کو پر شفقت بھری نظروں سے دیکھا تھا۔

''بھایا بھی نا نہایت ہی بورنگ ہیں کم از کم آج کے دن تو سلوئی بھابی کے ساتھ ناشتہ کر لیتے، مگر ان کا موٹو تو صرف کام کام اور کام ہی پر چلتا ہے مگر سلوئی بھابی آپ ٹینشن مت لیں آپ کا یہ دیور آپ کو بھایا کی کمی محسوس نہیں ہونے دے گا۔'' نٹ کھٹ سا شہریل ملک سلوئی کو بہت اچھا لگا تھا، اپنے بڑے بھائی سے قدرے مختلف مزاج کا۔

شہریل ملک کی چلبلی باتیں اور چھیڑ چھاڑ کو کشمالہ اور رانی گل نے بغور دیکھا تھا اور انہیں جو اپنی شیطانی آنکھوں سے نظر آ رہا تھا جو جال ان کا شاطرانہ دماغ سوچ رہا تھا وہاں کسی کی بھی رسائی ممکن نہیں تھی فی الحال۔

☆.....☆

اور پھر دن یوں پر لگا کر اڑے کہ پتا ہی نہیں چلا۔ آج ان کی شادی کو پورے دو ماہ ہو گئے تھے مگر پہلے دن کی طرح سے آج تک سلوئی اور شہکاشہ ملک کے درمیان ایک سرد سی جنگ چل رہی تھی۔ وہ سمجھ ہی نہیں پا رہی تھی آخر اس کے سخت رویے اور بے اعتنائی کی وجہ کیا ہے، کیوں وہ سلوئی سے سخت نفرت کرتا ہے آج تک اس کا سرا نہیں مل پایا تھا، چلو وہ مان لیتی مگر اس کا رویہ سب کے ساتھ ایک جیسا ہوتا تو صبر بھی آ جاتا کہ شہکاشہ ملک کا مزاج ہی ذرا سخت قسم کا بے زاریت والا ہے مگر اس نے دیکھا کہ رانی گل اور اس کی کزن کشمالہ سے بہت اچھی طرح اور ہنس ہنس کے باتیں کرتا ہے ایسی خوش مزاجی سے کہ لگتا ہی نہیں کہ وہ اس کے انداز کا کوئی حصہ بھی ہے، کمرے میں آتے ہی وہ ایسا ہو جاتا جیسے اس کے علاوہ یہاں کوئی اور ہے ہی نہیں۔ سلوئی نے اگر اس سے بات کرنے کی کوشش بھی کی تو وہ بری طرح جھڑک دیتا یا پھر اس طرح نظر انداز کر دیتا جیسے اس نے کسی اور کو مخاطب کیا ہو، وہ تو تھی ہی صدا کی خاموش طبیعت کم گو ریزرو اپنے کام سے کام رکھنے والی لڑکی اور پھر شہکاشہ ملک ٹھیک نہیں تو کیا ہوا باقی تو سب بہت اچھے ہیں نا، آغا جان، بے بے گل، کس قدر خیال رکھتے ہیں اس کا اس کا نٹ کھٹ سا دیور شہریل ملک اس کو اپنی مزیدار باتوں میں الجھائے رکھتا کہ چند لمحوں کے لیے وہ شہکاشہ ملک کی بے اعتنائی اس کا سرد رویہ بھول جاتی مگر اس گھر میں جو سب سے پراسرار سا رویہ تھا وہ کشمالہ اور رانی گل کا تھا۔ وہ اس سے ملتی تو بہت اچھی طرح تھیں مگر جانے کیوں کبھی کبھی ان کی باتیں اسے الجھا دیتی تھیں کچھ پراسرار سا لب ولہجہ کچھ ایسا رویہ جو اس کو سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

''ہاؤ۔'' شہریل ملک پیچھے سے آ کر زور سے چیخا کہ وہ دو فٹ اوپر اچھل کے رہ گئی تھی۔

''شہریل کے بچے ڈرا دیا۔'' سلوئی نے اپنے تیز دھڑکتے دل پر ہاتھ رکھ کے اس کو گھورا تھا۔ اس حویلی میں یہی تین لوگ تھے جو صحیح معنوں میں سلوئی کو نا صرف سمجھ میں آئے تھے بلکہ بہت اچھی دوستی بھی ہو گئی تھی شہریل ملک سے۔

''کیا سوچ رہی ہیں بھایا کے بارے میں۔'' وہ وہیں دوسرے صوفے پر براجمان ہو گیا تھا۔

''ہاں..... نہیں..... نہیں تو.....'' وہ گڑبڑا کے رہ گئی شہریل ملک کے اچانک سوال پر۔

''ہاں..... نہیں.....'' شہریل ملک نے بغور سلوئی کا چہرہ دیکھا تھا۔ سلوئی نے شہریل ملک کا چہرہ دیکھا۔

''کچھ نہیں چھوڑو۔'' اس کی آنکھوں کی اداسی واضح طور پر شہریل ملک دیکھ سکتا تھا جیسے وہ بہت چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

Scanned by CamScanner

''میں جانتا ہوں بھایا کا رویہ آپ کے ساتھ ٹھیک نہیں ہے۔'' پیچھے کشمالہ اندر آتے آتے ٹھٹھک کے رک گئی تھی اور ان دونوں کے پاکیزہ اور مقدس رشتے کو کوئی اور نام دیتی وہاں سے ہٹتی چلی گئی، کیونکہ باہر سے شہکاشہ ملک کی گاڑی کی آواز اس کے کانوں میں پڑ چکی تھی۔ وہ تیزی سے باہر کی جانب بھاگی۔

''نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے اصل میں وہ اپنے کام میں بہت بزی رہتے ہیں بہت سی ذمے داریاں ہیں ان کے کندھوں پر۔''

''اچھا اس بات سے تو میں بے خبر تھا۔'' شہزیل ملک ہولے سے اس کی بات گھمانے پر مسکرا دیا تھا۔

''کون سی بات۔'' وہ ناسمجھی انداز میں دیکھنے لگی۔

''آپ واقعی بہت سیدھی ہیں سلوئی بھابی! اور یہ سادگی کچھ کام نہیں آئے گی ذرا سی ہوشیاری دکھائیں اگر نہیں آتی تو کشمالہ آپی سے سیکھ لیں۔''

''پاگل ہوئے ہو کیا اگر ابھی انہوں نے سن لیا تو تمہاری خیر نہیں۔'' سلوئی نے نازک سی مٹھی کا مکا بنا کر اس کے بازو پر جڑ دیا۔

''اور نہیں تو کیا دیکھیں بھایا کس طرح ہنس ہنس کر ان سے گیمیں لڑاتے ہیں کیونکہ وہ ہر دم آپ ٹو ڈیٹ بن کر رہتی ہیں، آپ بھی ذرا فارم میں آئیے ایشو یہ نہیں تو کم از کم میرا ہی بن جائیے۔''

''شہزیل..... بدتمیز۔'' سلوئی نے کشن بیگ سے نکال کر اس کے اوپر مارا جسے اس نے نہایت شاندار طریقے سے کیچ کر لیا تھا۔

''کیا ہو رہا ہے یہ سب۔'' بھاری اور گھمبیر آواز پر دونوں نے داخلی دروازے کی جانب دیکھا۔ جہاں شہکاشہ ملک تیز نظروں سے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ کشمالہ پیچھے کھڑی شہزیل ملک کو گھور رہی تھی جو اس کی ذات کے پرخچے اڑا رہا تھا اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔

''کچھ خاص نہیں ہم تو آپ کی اور کشمالہ آپی کی تعریف کر رہے تھے۔'' وہ بھی صدا کا ڈھیٹ ابنِ ڈھیٹ واقع ہوا تھا، ہنستا ہوا کھڑا ہو گیا۔ سلوئی نے اپنے اندر تک ان دو آنکھوں کی تپش محسوس کی تھی ایسا لگا جیسے وہ ابھی یہیں بیٹھے بیٹھے جل کے خاکستر ہو جائے گی۔

''وہ تو مجھے نظر آ رہا ہے۔'' مضبوط قدم ماربل کے فرش پر دھرتا آگے بڑھا۔

''نہیں بھایا! آپ کو کچھ نظر نہیں آ رہا یہی تو اہم پوائنٹ ہے۔'' ہنسی مذاق میں ہی وہ بہت کچھ جتا جایا کرتا تھا۔

''تو اب تم مجھے سکھاؤ گے۔'' اس نے ذرا غصے سے شہزیل ملک کو دیکھا۔

''ارے نہیں بھئی یہ گستاخی تو کوئی اور ہی باخوبی ایمانداری سے نبھا رہا ہے۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' شہکاشہ ملک سمجھا یا نہ سمجھا مگر کشمالہ ضرور سمجھ گئی تھی۔

''تم کہنا کیا چاہتے ہو کھل کر کہو۔'' کشمالہ شہزیل ملک کو بھڑکانا چاہ رہی تھی اس کی ذات کی بھلے ہی اس وقت نفی ہوتی مگر کسی کی طرف داری ہی اس کی نفی کی جیت تھی۔ شہزیل ملک کشمالہ کو بہت اچھی طرح جانتا تھا بنا کچھ بولے وہ دو قدم آگے بڑھا تھا اور نفی میں اِدھر اُدھر سر ہلاتا مسکراتا ہوا باہر نکل گیا تھا، کشمالہ کا پلان ناکام ہو گیا تھا۔ وہ اندر ہی اندر جل بھن کر رہ گئی۔

''شہکاشہ۔'' آغا جان کی مصروف سی آواز پر اس نے وہاں دیکھا۔

Scanned by CamScanner

''بیٹا ذرا ادھر آؤ تم سے کچھ کام تھا اس زمین کا مسئلہ حل کروا کر۔''

''جی بہتر آغا جان!'' اس نے کشمالہ کو دیکھنے کے بعد صوفے پر بیٹھی سر کو جھکائے ناخن کھرچتی سلوی کو غصے سے دیکھا اور آغا جان کے بیڈروم کی طرف بڑھ گیا۔

☆......☆

سلوی کا فون بج رہا تھا وہیں سے گزرتا شہزیل ملک کی نظر پڑی تھی آس پاس کوئی نہیں تھا، شہزیل ملک نے فون اٹھایا جہاں اسکرین پر کسی پیاری سی لڑکی کی تصویر جھلملا رہی تھی اور پھر کال بھی وائس نہیں وڈیو تھی۔ شہزیل ملک کا تجسس بڑھا کہ جب اسکرین پر اتنی پیاری ہے تو فیس ٹو فیس دیکھنے میں کیسی ہوگی۔ اسی لیے اس نے بجتے فون کو ریسیو کرلیا تھا۔

''کہاں تھیں سلوی کتنی دیر سے فون......'' نان اسٹاپ بولتی غنوی کی زبان گنگ ہو کر رہ گئی تھی مگر تادیر وہ چپ نہیں رہی۔

''کیا میں جان سکتی ہوں کہ سلوی کا فون آپ کے پاس کیا کر رہا ہے؟''

''وہ ایکچوئیلی سلوی بھابی شاید کچن میں یا بے بے گل کے پاس ہوں گی تو اپنا فون یہیں بھول گئیں۔''

''اور آپ نے فون ریسیو کرلیا، کسی نے مینرز نہیں سکھائے کہ کسی کا پرسنل فون نہ تو اٹھانا چاہیے اور نہ ہی ریسیو کرنا چاہیے۔''

غنوی ٹھیک ٹھاک سلگ کے رہ گئی تھی۔

''نہیں مینرز تو کسی نے نہیں سکھائے ہاں کیا ایسا ہو سکتا ہے میں ہر روز مینرز کی کلاس لینے آپ کو وڈیو کال کرلوں۔''

''جسٹ شٹ اپ، جائیں اور سلوی کو بلائیں۔''

''ارے میں فیس بھی دینے کو تیار ہوں بتائیں کتنی فیس لیں گی۔''

شہزیل ملک کو یہ پیاری سی لڑکی بہت اچھی لگی تھی۔ دل جانے کیوں اس سے بات کرتے رہنے کو چاہ رہا تھا۔

''دیکھو مسٹر میرے منہ مت لگنا میں ذرا دوسرے مزاج کی ہوں۔'' وہ تادیر اپنی لڑاکا فطرت کو دبا نہیں سکی تھی۔

''کوئی بات نہیں میں ایڈجسٹ کرلوں گا۔''

''واٹ؟'' غصے کی شدت سے وہ سرخ ہوگئی تھی۔

''اگر ابھی میں وہاں ہوتی تو اچھی طرح تمہیں بتاتی کہ آئندہ مجھ سے فضول بات کرنے کی ہمت بھی نہیں ہوتی تمہاری۔''

''نو پرابلم آپ کو یہاں لانے کے انتظام ہو سکتے ہیں۔'' ذومعنی انداز میں کہتے ہوئے وہ پرشوخ ہوا تھا۔

''یو......'' غنوی نے شہادت کی انگلی اس پر اٹھا کر وارن کرنا چاہا۔

''خاکسار کو شہزیل ملک کہتے ہیں شہکاشہ ملک کا چھوٹا بھائی اور سلوی بھابی کا پیارا سا دیور۔''

''جی مجھے اندازہ ہے تمہاری باتوں سے کہ تم ان محترم کے ہی نمونے بھائی ہو۔''

''ارے!'' وہ ہنس دیا۔

''ویسے تم بہت کیوٹ ہو۔''

آپ سے تم پر آنے میں زیادہ ٹائم نہیں لگا تھا۔

Ridadigest.com

Scanned by CamScanner

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

CamScanner

''مجھ سے زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے، تم سلوئی کو بلا رہے ہو یا میں فون آف کر دوں۔''

''ارے نہیں پلیز خدارا فون آف مت کرنا تم سے بات کرنا اچھا لگ رہا ہے۔''

''اور جو میرا پنچ تمہارے منہ پر پڑے گا تو وہ اور زیادہ اچھا لگے گا۔''

''میں اس کے لیے تیار ہوں مطلب تمہارا پنچ کھانے کے لیے۔'' شہزیل ملک بہت محظوظ ہو رہا تھا اس نٹ کھٹ لڑائی سے۔

''دیکھ لوں گی تمہیں۔'' غصے سے اس کا چہرہ تمتمانے لگا تھا بس نہیں چل رہا تھا کہ موبائل سے نکال کر دھو کے رکھ دے۔

''بالکل میری بھی یہی خواہش ہے کہ تم زندگی بھر صرف مجھے ہی دیکھو۔'' شرارت سے ایک آنکھ دبائی تھی، غنوئی کا غصہ ساتویں آسمان پر جا پہنچا تھا اس کے برداشت سے باہر تھا وہ لڑکا، اگر زیادہ دیر وہ اس کی بکواس سنتی رہی تو یقیناً اپنا ہی فون توڑ دے گی۔ اس لیے لائن ہی کٹ کر دی۔ شہزیل ملک دلکشی سے مسکرا دیا تھا۔

''لو میرا فون تمہارے ہاتھ میں ہے میں کب سے ڈھونڈ رہی ہوں۔'' سلوئی نے اپنا فون شہزیل ملک کے ہاتھ میں دیکھا تو وہیں چلی آئی۔

''جی آپ کا فون یہیں تھا اور کسی کا فون آ بھی رہا تھا۔''

''ارے کہیں غنوئی کا فون تو نہیں تھا۔'' سلوئی نے جلدی سے اپنا فون چیک کیا۔

''آئی تھینک وہی محترمہ تھیں ویڈیو کال پر۔'' شہزیل ملک کے لبوں پر شریر سی مسکراہٹ تھی۔

''شہزیل!'' سلوئی پہلی بار اس پر چیخی تھی۔

''تم نے کیوں ریسیو کر لی کال۔''

اس کے چہرے پر پریشانی ہویدہ تھی جو شہزیل ملک تو کم از کم نہیں سمجھ سکا تھا۔

''ارے سلوئی بھابھی تو کیا ہوا آپ یہاں نہیں تھیں تو میں نے سوچا بتا دوں آپ کی سسٹر کو۔'' سلوئی نے کچھ نہیں کہا بس خاموشی سے اس کو دیکھنے کے بعد اپنا فون چیک کرنے لگی تھی اس کی سوچ یہ ہی تھی کہیں ''مامانہ ہوں'' ورنہ...... '' اور اس ورنہ کے آگے وہ سوچ نہیں سکی۔

''ویسے سلوئی بھابھی آپ کی سسٹر آپ سے بہت الگ مزاج کی ہے۔'' شہزیل ملک کے چہرے پر ابھی بھی مسکراہٹ تھی جو غنوئی سے بات کرنے پر تھی۔

''ہاں غنوئی کی عادت و مزاج مجھ سے بہت مختلف ہے۔'' اس کے چہرے پر بہن کا سوچ کر خوشی کی چمک دمک تھی۔

''اور مجھے ایسے مختلف مزاج والی لڑکی بہت پسند ہے۔'' اس کے انداز میں کچھ ایسا تھا کہ سلوئی نے نہایت چونک کر اس کو دیکھا تھا مگر جب دوسرے انداز سے دیکھا تو دل بہت خوش ہوا تھا غنوئی کے لیے شہزیل ملک جیسا خوش مزاج لڑکا بہت سوٹ کرے گا۔

''کہاں کھو گئیں؟'' شہزیل ملک نے سلوئی کے سوچتے چہرے پر ہاتھ لہرایا تھا۔

''سوچ رہی ہوں مجھے کس سائیڈ کی فیور لینی ہو گی کیونکہ مجھے تو تم دونوں ہی عزیز ہو۔'' سلوئی کے چہرے پر دلکش سی مسکراہٹ تھی۔

شہزیل ملک کا دل گلابوں سا کھل اٹھا تھا۔

''تو پھر آپ کو پوری طرح میری فیور لینی ہے ملائیں ہاتھ۔'' ان دونوں کی ذومعنی باتیں اور دلکش ہنسی کو پیچھے کھڑے

Ridadigest.com

Scanned by CamScanner

شہکاشہ ملک نے نہایت غیض وغضب نظروں سے دیکھا تھا۔اس کے ذہن میں جو شک کے بیج بو دیے گئے تھے وہ تناور درخت بنتا جارہا تھا۔شک کو یقین کی زبان ملتی جارہی تھی۔دل میں سلوئی کے لیے نفرت اور شدید نفرت میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔

''پتہ نہیں کون بندر تھا۔''سلوئی نے تپ کر فون آف کر کے سائیڈ میں رکھ دیا تھا اور جیسے ہی کھڑی ہو کر پلٹی قدم جیسے وہیں زمین پر ٹھٹھک کر رک گئے تھے۔

''ماما.....!''

''اتنا بڑا جھوٹ مجھے اتنا بڑا دھوکہ دیا کیوں؟''ثناء صدمے کی حالت میں وہیں چیئر پر بیٹھتی چلی گئی تھیں۔غنوئی تیزی سے ان کے پاس آئی تھی۔

''تم لوگ نہیں جانتے تم لوگوں نے کیا کیا ہے وہ لوگ ظالم وجابر ہیں وہ لوگ مار دیں گے غنوئی وہ لوگ سلوئی کو بھی مار دیں گے۔جب ان لوگوں نے اس کے.....''ثناء کو کچھ احساس ہوا تو وہ خاموش ہو گئیں اور غنوئی کو تکنے لگیں۔

''تمہارے ڈیڈی کہاں ہیں بلاؤ انہیں۔''ثناء کھڑی ہو گئیں اور جیسے ہی باہر کو بڑھنے لگیں تو دروازے پر پہلے سے ہی راحیل آفریدی ایستادہ تھے۔ثناء نے ان کو شکایتی نظروں سے تکا تھا۔

''سب کچھ جانتے ہوئے بھی آپ نے سلوئی کو وہاں کیوں بھیجا ہے راحیل۔''

''سب کچھ جانتے ہوئے ہی میں نے سلوئی کو وہاں بھیجا ہے کیونکہ وہ آغا جان کی امانت تھی۔''

''مگر آپ بھول رہے ہیں کہ وہاں شمشیر بھی ہے۔''

''جی مگر سلوئی! زریں گل نہیں سلوئی سردار شہکاشہ ملک کی بیوی ہے۔''سوال پر سوال اور دو بدو جواب حاضر تھا۔

''آپ کو لگتا ہے شہکاشہ ملک سلوئی کی حفاظت کر پائے گا۔''

''شہکاشہ ملک کوئی چھوٹی شے نہیں تم بس اتنا جان لو سلوئی پر کوئی بری نظر نہیں ڈال سکتا۔''

''میں ان لفاظی باتوں پر یقین نہیں کر سکتی راحیل! بس میں اتنا جانتی ہوں آپ نے ایک ماں کو دھوکہ دیا ہے اس سے جھوٹ بولا ہے۔''ثناء نے ناراضی بھری نظروں سے راحیل آفریدی کو دیکھا تھا۔ثناء ہارے تھکے وجود کو لیے صوفے پر ڈھے سی گئی تھیں۔راحیل آفریدی کا دل ان کی حالت پر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔وہ چلتے ہوئے آئے اور نہایت آہستگی سے ثناء کے برابر میں براجمان ہو گئے تھے۔

''یقین رکھو ثناء سلوئی کو کچھ نہیں ہوگا۔سلوئی کو آغا جان لے کر گئے ہیں اور انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ سلوئی پر ایک آنچ بھی نہیں آنے دیں گے۔''راحیل آفریدی نے ثناء کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں دبا لیا تھا۔

''ماما.....!''افسردہ سی غنوئی بھی ثناء کے پاس آ بیٹھی تھی۔

''ڈیڈی بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں ہماری سلوئی کو کچھ نہیں ہوگا۔''ثناء نے راحیل آفریدی کو دکھی نظروں سے دیکھا تھا۔

''راحیل! وہ خون آشام منظر آپ بھول سکتے ہیں وہ قیامت خیز رات آپ فراموش کر سکتے ہیں مگر میں نہیں آج بھی زریں گل اور فصیح کی خون میں لت پت لاشیں میری آنکھوں کی پتلیوں پر گھومتی ہیں جبھی میں نے تہیہ کر لیا تھا زریں گل اور فصیح سے وعدہ کر لیا تھا کہ سلوئی کی حفاظت خود سے بھی زیادہ کروں گی اس پر دنیا کے گرم تھپیڑوں کی معمولی سی آنچ بھی نہیں آنے دوں گی مگر آپ نے تو میری پھولوں سی نازک بچی کو دہکتی آہیں جھونک دیا۔''

ثناء کی آنکھیں مسلسل اشک بار تھیں چہرے سے اذیت جھلک رہی تھی شکوے گلے جھلک رہے تھے۔

''ثناء! اگر اس طرح کرو گی تو میرا حوصلہ میری ہمت ہار جائے گی میں نے جو خود کو سنبھالا ہے سلوئی کو خود سے الگ کر

Scanned by CamScanner

کے اپنے دل پر پتھر رکھا یہ میرا خدا جانتا ہے۔ لیکن اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو میں ٹوٹ کر بکھر جاؤں گا۔''

''ماما، ڈیڈی۔'' پاس بیٹھی غنویٰ کا دل بہت زور سے دھڑکا تھا۔

''کیا ہو گیا ہے آپ دونوں کو آپ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں کیا آپ لوگوں کو میں نظر نہیں آتی۔'' وہ وہیں نیچے کارپٹ پر شناء کے گھٹنوں میں بیٹھ گئی تھی۔

''کیوں نہیں تم دونوں میں ہی تو ہماری جان بسی ہے۔'' شناء نے غنویٰ کے سر پر ہاتھ رکھا۔ آنکھوں سے چھلکتے آنسوؤں کو غنویٰ نے اپنے ہاتھوں سے صاف کیا تھا۔

''ماما! اب آپ نہیں روئیں گی سلویٰ بے شک ہم سے دور گئی ہے مگر وہ بھی تو اس کے اپنے ہیں۔'' شناء نے نہایت چونک کر غنویٰ کو دیکھا پھر اپنے ساتھ میں بیٹھے راحیل کو۔

''غنویٰ کو حقیقت سے آگاہ کر دیا۔'' شناء کی آنکھوں سے چھلکتا یہ سوال با آسانی پڑھا جا سکتا تھا جس پر راحیل نے ہلکے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ شناء خاموشی سے بس غنویٰ کو دیکھتی رہ گئیں۔

☆.....☆

سلویٰ اپنی رو میں چلی آ رہی تھی اس کی پرسوچ شہکاشہ ملک سے شروع ہو کر شہکاشہ ملک پر ختم ہوتی تھی۔ اس کا سرد انداز، سپاٹ سالب ولہجہ خاموشی کی جنگ یہ سب کیا تھا کیوں تھا ایسا سلوک کیوں کر رہا تھا وہ اس کے ساتھ کوئی کڑی اس کے ہاتھ نہیں لگ رہی تھی۔ وہ الجھتی جا رہی تھی۔

''آہ.....'' تصادم ہلکا تھا مگر وہ بری طرح چونکی تھی۔ اس کے شہکاشہ ملک کی ذات سے جڑے دھیان کے سارے دھاگے ایک ایک کر کے ٹوٹتے چلے گئے تھے۔

''سوری.....'' مقابل سے ٹکرانے پر سلویٰ اپنی بے دھیانی پر سوری کرتی وہاں سے تیزی سے بھاگی تھی۔

''یہ زریں گل.....'' بنا آواز کے شمشیر کے لبوں سے یہ نام نکلا تھا اس چہرے کو دیکھ کر حیرتوں کے بہت سے پہاڑ اس کے سر پر گرے تھے۔

''اے رکو.....'' شمشیر پکارتا رہ گیا مگر وہ اس منظر سے غائب ہو چکی تھی شمشیر سلویٰ کے پیچھے تیزی سے گیا تھا مگر وہاں کا خالی منظر منہ چڑا رہا تھا۔

''ارے شمشیر چاچو آپ۔'' کان میں ہینڈ فری لگائے ہاتھ میں موبائل کشمالہ اپنے بیڈ روم سے چلی آ رہی تھی سامنے شمشیر پر نظر پڑی تو خوش ہوتی اس کے پاس آئی کانوں سے ہینڈ فری نکالے موبائل کو کانچ کی ٹیبل پر رکھے وہ شمشیر سے حال احوال پوچھ رہی تھی۔ شمشیر کے کھوئے انداز کو کشمالہ نے جلدی ہی نوٹ کر لیا تھا۔

''شمشیر چاچو سب خیریت تو ہے نا؟'' اس نے ہلکے سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''یہاں پر ابھی ایک لڑکی تھی پتہ نہیں کہاں غائب ہو گئی۔'' اس کی متلاشی نگاہیں سلویٰ کو کھوج رہی تھیں۔

''لڑکی.....'' کشمالہ نے سوچتی نظریں شمشیر پر ڈالی تھیں۔ وہ اپنے چاچو کی عیاش طبیعت سے اچھی طرح واقف تھی۔ رنگین مزاج شمشیر دو شادیاں کر چکے تھے مگر دونوں ہی بری طرح ناکام ہوئی تھیں سننے میں آ رہا تھا آج کل کسی ڈرامہ ایکٹریس سے خوب زور کا عشق چل رہا تھا۔

''ان کو تو خوابوں میں بھی لڑکیاں نظر آتی ہوں گی۔'' کشمالہ جلد از جلد سلویٰ کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔

''نہیں تو..... ارے آپ نے کہیں سلویٰ کو تو نہیں دیکھ لیا۔''

''کیونکہ اس حویلی میں اس کے علاوہ تو اور کوئی نیا چہرہ نہیں ہے۔''

Scanned by CamScanner

''سلوئی..... جیسا حسین چہرہ ویسا ہی خوب صورت نام۔'' خمار آلود لب و لہجے میں کہتے ہوئے وہ ابھی بھی سلوئی کے خوب صورت ہوش ربا حسن کے نشیب و فراز میں کھویا ہوا تھا۔ شمشیر کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔ کشمالہ چونک کر رہ گئی مگر جو تکنے کا یہ دورانیہ تادیر نہ رہا تھا وہ جانتی تھی شمشیر کا شیطانی دماغ کن سوچوں کے تانے بانے میں محو استراحت تھا۔ آخر کو بیٹی تھی تو شیطانی سوچوں کا اثر تو ہونا تھا۔

''اس کا مطلب شہکاشہ ملک کو حاصل کرنے میں مجھے زیادہ دن تک انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔'' کشمالہ کی غلیظ سوچوں کا گھیراؤ اور مزید گہرا ہونے لگا تھا۔

☆.....☆

شمشیر کو رانی گل نے رات کے کھانے پر روک لیا تھا۔ سب ہی گھر کے افراد ایک ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے رات کا ڈنر انجوائے کر رہے تھے۔

سلوئی کے بالکل سامنے والی چیئر پر شمشیر بیٹھا تھا جس کی مستقل نظریں سلوئی کے چہرے اس کے وجود پر ٹکی ہوئی تھیں۔ سلوئی کو بہت عجیب لگ رہا تھا وہ اندر ہی اندر سہمی خوف زدہ چڑیا کی طرح سکڑی سمٹی جا رہی تھی۔ پلیٹ میں تھوڑی سی بریانی نکالی تھی وہ بھی کھائی نہیں جا رہی تھی بلکہ ایک نوالہ جو کھایا بھی تو ایسا محسوس ہو رہا تھا وہ بھی حلق میں اٹک گیا ہو۔ شمشیر کی موجودگی اور اس کی ان للچائی نظروں سے وہ خود کو غیر محفوظ تصور کر رہی تھی حالانکہ دائیں سائیڈ پر شہکاشہ ملک بیٹھا تھا تو بائیں سائیڈ پر شہزیل ملک مگر پھر بھی ایسا لگ رہا تھا کہ وہ تپتی ریت جھلستی دھوپ میں کھڑی ہے۔ اس کا نوخیز سہما سا ڈرا ڈرا انداز شمشیر کو اور ہی اندر ہی اندر پاگل کر رہا تھا۔ اس کی شیطانی ہوس چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی کہ اس نوخیز کلی کو اپنی مٹھی میں قید کر لے۔

''ذرا پانی دینا۔'' تادیر اپنے بہکتے جذبات پر قابو نہیں پا سکا تو سلوئی سے پانی مانگ لیا۔

''جج..... جی۔'' شمشیر کے پکارنے پر وہ پوری جان سے لرز کے رہ گئی تھی۔ بمشکل حلق میں لقمہ نگلتی سلوئی نے جگ میں سے پانی نکال کر شمشیر کی جانب بڑھایا۔ شمشیر نے گلاس کی جگہ اس کے لرزتے کانپتے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔ سلوئی نے گڑبڑاتی نظروں سے شمشیر کو دیکھا جس کی آنکھوں میں شیطانیت جیسی چمک تھی تو ہونٹوں پر مکروہ مسکراہٹ تھی۔ سلوئی کے پیروں تلے تو جیسے زمین نکلتی جا رہی تھی۔ اس کی چھٹی حس جانے کیا کہنا چاہ رہی تھی وہ سمجھ کے بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ وہ جلد از جلد اس منظر سے غائب ہونا چاہتی تھی۔ یا کوئی ایسی سلیمانی ٹوپی پہن لینا چاہتی تھی کہ سامنے بیٹھے شمشیر کی نظروں سے تو چھپ ہی جائے۔

''شمشیر انکل!'' سلوئی کے برابر والی چیئر پر بیٹھا شہزیل ملک کی برداشت اس کا صبر اس کا ضبط اب جواب دے گیا تھا۔

شمشیر کی رنگین مزاجی اس کے چھچھورے پن سے پورا خاندان اچھی طرح واقف تھا اور اس وقت ڈائننگ ٹیبل پر جس قسم کی بے ہودہ حرکتیں وہ کر رہا تھا شہزیل ملک کا تو شدت سے دل چاہا کہ ڈائننگ ٹیبل کا ایک ایک برتن شمشیر کے سر پر مار دے۔

شمشیر کو پل بھر کی بھی نظر سلوئی کے چہرے سے ہٹانا گوارا نہیں تھی شہزیل ملک کی مداخلت نے اس کی پیشانی پر لاتعداد شکنوں کے جال بن دیے تھے۔

''ہاں بولو شہزیل!'' بمشکل اپنی ناگواریت پر قابو پاتے ہوئے شمشیر نے شہزیل ملک کو دیکھا۔

''وہ ذرا سلاد کی ٹرے اٹھا کے دے دیں۔'' شمشیر کی آنکھوں میں غصے کی ہلکی سی رمق تھی۔

Scanned by CamScanner

''پاس ہی تو رکھی تھی خود ہی لے لیتے۔'' یہ بات شمشیر صرف سوچ سکتا تھا۔

''سلوئی بھابھی!''

''ہاں.....'' وہ ہلکے سے چونک کر شہریل ملک کو دیکھنے لگی تھی۔

''میں نے کھانا کھالیا ہے اگر آپ نے بھی کھالیا ہے تو پلیز مجھے ایک کپ گرم چائے مل سکتی ہے۔''

''ہاں کیوں نہیں۔'' وہ تو ویسے ہی یہاں سے اٹھنے کے لیے پر تول رہی تھی شہریل کی فرمائش نے اس کو یہاں سے ہٹنے کا بہانہ دے دیا۔ اس نے جلدی سے چیئر پیچھے کو کھسکائی اور تیزی سے کچن کی طرف بڑھی اس کی اس تیزی سے جانے اور شہریل ملک کی فرمائش پر فرمانبرداری کو شہکاشہ ملک نے شدت سے نوٹ کیا تھا۔ شک وشبہات کے سارے دروازے ایک ایک کر کے کھلتے چلے گئے۔

☆.....☆

''چٹاخ.....'' کمزور ونحیف ہاتھ کا تماچہ چونکہ ہلکا سا تھا مگر اس خاموشی کی فضا میں بھرپور گونجا تھا۔ صوفے پر بیٹھی رانی گل اور کشمالہ تو سناٹے میں رہ گئی تھیں۔ آج بہت عرصے بعد آغا جان کا غصہ عود کر آیا تھا۔ آج ساری سچائی کا پردہ فاش ہو گیا تھا حقیقت کا ہر پنہ ان کی آنکھوں کے سامنے آشکار ہو گیا تھا۔

''پہلے تو مجھے صرف شک تھا وہم تھا تو سوچا چھوڑو حالات کو تم اپنی عقلمندی اپنی سمجھداری سے قابو میں کر لو گے مگر تم تو خود ہی کھوٹے سکے نکلے تف ہے تم پر۔'' حویلی کے بڑے سے ہال میں گھر کے سارے افراد جمع تھے۔ پانی سر سے گزر رہا تھا جبھی شہریل ملک نے ہی آغا جان کو سب کچھ بتایا تھا۔ یہ ہی وجہ تھی کہ آغا جان نے سب کو اکھٹا کیا تھا مگر سختی سے تاکید بھی کی کہ سلوئی کو بنک بھی نہیں پڑنی چاہیے۔

آغا جان کے تلخ لفظوں کے انگاروں سے شہکاشہ ملک کو اپنا پورا وجود جھلستا ہوا محسوس ہوا تھا۔ آغا جان کی عدالت کے کٹہرے میں وہ مجرموں کی طرح سر جھکائے شرمندگیوں کی انتہا گہرائیوں میں گھرا ہوا تھا۔

''تم نے سوچا جو رانی گل نے سوچا تم نے وہ دیکھا جو رانی گل نے تمہیں دکھایا۔ یا یہ کہنا غلط نہیں کہ تم اندھے بہرے اور گونگے بلکہ ایک اپاہج والی زندگی گزار رہے ہو جس کی سوچنے سمجھنے کی حس دیکھنے بولنے اس کی آنکھیں کان زبان سب کچھ خود اپنے اختیار میں نہیں جس کا بے دریغ استعمال رانی گل کر رہی تھی۔ جس کی زندگی کا ریموٹ کنٹرول رانی گل کے ہاتھ میں تھا۔''

آغا جان کا لب ولہجہ خاصا تضحیک آمیز تھا مگر تھا یہ کڑوا سچ جس کے گھونٹ گھونٹ میں کڑوی سچائی تھی جس نے رانی گل کو زمین کے اندر دھنسا دیا تھا۔

''سلوئی بیٹی کو میں یہاں اس لیے تمہاری دلہن بنا کر لایا تھا کہ ہمارا بھی گناہوں کا کچھ قرض اترے دل کا بوجھ ہلکا ہو روز محشر کم از کم زریں گل اور فصیح آفریدی کے آگے کھڑے ہونے کا حوصلہ تو ہو مگر نہیں تم نے تو ہمیں اور اپنی بے بے گل کو جیتے جی زندہ درگور کر دیا۔'' آغا جان کی نظروں میں بیتے دنوں کا دکھ ہلکورے لے رہا تھا مگر ان کی باتوں نے شہکاشہ ملک زرین گل کو الجھا دیا تھا بے بے گل کی بوڑھی آنکھیں مزید اشکبار ہو گئی تھیں۔ شہریل ملک اپنی جگہ سے اٹھا اور بے بے گل کے پاس آ بیٹھا اور ان کا سر اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔ دکھ اور اذیت سے تو وہ بھی دوچار تھا کہ شہکاشہ ملک کی سوچوں نے اس کو اپنی ہی نظروں میں گرا دیا تھا۔ آغا جان چلتے ہوئے رانی گل کے پاس آ ٹھہرے۔

''ہاں..... سلوئی راحیل آفریدی کی نہیں بلکہ فصیح آفریدی اور زریں گل کی بیٹی ہے۔ اس دن جو خون کی ہولی کھیلی گئی تھی۔ اس قیامت خیز منظر سے ہم نے چند گھنٹوں کی معصوم ننھی سی سلوئی کو بچا لیا تھا۔ اپنی بیٹی زریں گل کو تو نہیں بچا پایا مگر

Scanned by CamScanner

اس کے پرتو کی حفاظت ضرور کی ہے وہ ایک امانت کی طرح ہم نے راحیل آفریدی کے پاس رکھوائی تھی۔'' آغا جان کی آنکھیں نمی سے بھر گئیں۔ ان کے بھیگے ٹوٹے بکھرے لب و لہجے پر رانی گل کا چہرہ یکدم سے تاریک ہونے لگا تھا۔ ان سے کتنا بڑا گناہ سرزد ہو گیا تھا اپنی بیٹی کشمالہ کے پیار میں اس قدر اندھی پاگل ہو گئی تھیں کہ اپنی چہیتی چھوٹی بہن زریں گل کی بیٹی کی زندگی تباہ کرنے کے در پر ہو گئی تھیں اور اس سے بھی بڑا گناہ تو یہ کر بیٹھیں کہ اس معصوم پر الزام لگایا بہتان لگایا کہ وہ اور شہزیل ملک آپس میں انٹرسٹڈ ہیں۔

دھوکا اور دھکا زبردست لگا تھا کہ وہ اتنا بے خبر رہا اور جانتا بھی کیسے اس نے کبھی سلویٰ کے قریب جانے کی کوشش بھی تو نہیں کی اس کے سرد و سپاٹ انداز سے سلویٰ ہمیشہ ڈری سہمی خوفزدہ چڑیا کی طرح چوں بھی نہیں کر پاتی تھی۔

''تم نے کتنا سنگین بہتان اس معصوم پر لگایا ہے ایک لمحے کو بھی خیال نہیں آیا کہ تم کس کے بارے میں سوچ رہی ہو بات کر رہی ہو اتنا واہیات الزام لگا رہی ہو ہمارے الزام تراشی کی معافی تو اللہ رب العزت کی عدالت میں بھی نہیں ہے۔ تم نے شہزیل اور سلویٰ پر اتنا گھٹیا الزام لگا بھی کیسے دیا۔

یکدم سے ان کی آواز میں سختی اور تیزی آ گئی تھی غصے کے شرارے ان کی آنکھوں سے ان کے ہر ہر عضو سے پھوٹ رہے تھے۔ شرمندگی ہی شرمندگی نے رانی گل کی قوت گویائی پوری طرح سلب کر دی تھی بولنے کے لیے کوئی الفاظ نہیں تھے۔ ان کے لبوں پر پھسلتی نمی سے صاف ظاہر تھا کہ وہ رو رہی تھیں۔ آغا جان نے ایک غصیلی تیز نظر رانی گل کے جھکے سر پر ڈالی اور واپس شہکاشہ ملک کے پاس دھیرے دھیرے چلتے ہوئے آ ٹھہرے۔

''دل تو شدت سے چاہ رہا ہے کہ ایک زوردار جھانپڑ اور تمہارے منہ پر ماروں۔ تم نے رانی گل اور کشمالہ کی بے وقوفیوں میں مکمل ان کا ساتھ دیا۔ ان کے لگائے گئے گھٹیا الزام پر یقین کر لیا اور سلویٰ کو شک بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔'' آغا جان کی آنکھوں اور چہرے سے برہمی چھلک رہی تھی۔ ان کے لب و لہجے سے غصہ اور ناراضی صاف واضح تھی۔

''اور ہاں اب اگر تمہارے دل و دماغ میں شک و شبہات کے بیج بو ہی دیے گئے ہیں جو آج تناور درخت بن چکے ہیں جن کی چھاؤں اور گرم گرم جھلسا دینے والی ہواؤں میں کسی کا وجود خاکستر ہو رہا ہے دھیرے دھیرے کسی کی زندگی گھٹ گھٹ کر گزر رہی ہے تو سب کچھ آج ہی کلیئر کر دیا جائے۔ ہر راز سے پردہ فاش کر دیا جائے۔ اب یہ بہت ضروری ہو گیا ہے کہ تمہارے سامنے حقیقت کا ایک ایک پنہ کھول دیا جائے بہت ساری زندگیوں کے اوراق تمہاری نظروں کے سامنے آنے چاہیے۔

''شہکاشہ ملک نے بمشکل اپنی نگاہیں اوپر کو اٹھائی تھیں۔ آغا جان کے چہرے اور نگاہوں میں جو اذیت جو کرب جو درد تھا وہ شہکاشہ ملک کو دل سے شدت سے محسوس ہوا تھا۔ اسے اس پل اپنی زندگی سے اپنی سانسوں سے شدید نفرت ہونے لگی تھی۔ آج اگر آغا جان بے بے گل کی آنکھوں میں آنسو تھے درد تھا دکھ تھا تو اس کی وجہ صرف اور صرف وہی تو تھا۔

''زرخان ملک یعنی تمہارا باپ کا ہی صرف قتل نہیں ہوا تھا شروعات زرخان ملک کی جانب سے ہی ہوئی تھی گولی سب سے پہلے اس کی جانب سے نکلی تھی اس نے سلویٰ کے باپ فصیح آفریدی پر گولی چلائی تھی۔'' اور پھر ان بوڑھی اور کمزور آنکھوں کی پتلیوں پر وہ قیامت خیز منظر کسی فلم کی طرح چلنے لگا تھا۔ جسے وہاں ہال میں بیٹھے ہر آنکھ نے دیکھا اور ہر کان نے سنا جو پہاڑ جیسا غم انہوں نے اپنے دل میں اٹھا رکھا تھا۔ جس کے زخم آج بھی تازہ تھے مگر شہکاشہ ملک کی حرکتوں کی وجہ سے ان زخموں سے لہو رسنے لگا تھا۔

''تم نے آج ہمیں توڑ دیا ہمارا مان ہما اعتبار اعتماد سب چکنا چور کر دیا۔ زریں گل اور فصیح آفریدی کے سامنے ہی شرمندہ نہیں کر دیا بلکہ اس معصوم سلویٰ بیٹی کے سامنے نظر اٹھانے کے بھی قابل نہیں چھوڑا۔'' تھکا ماندہ سا لب و لہجہ، ہاری

Scanned by CamScanner

ہوئی چال چلتے ہوئے وہ بے بے گل کے برابر میں جا بیٹھے جھکے ہوئے کندھوں پر زندگی نے مزید بوجھ ڈال دیا تھا۔

''کشمالہ اور رانی گل الگ اپنی جگہ شرمندہ اور حیران تھیں۔ بیٹی کے اندھے پیار پاگل پن نے رانی گل کو سب کی نظروں میں مجرم ثابت کر دیا تھا وہ خود کو بہت چھوٹا محسوس کر رہی تھیں۔ اپنی بیٹی کے پاگل پن میں وہ اس قدر اندھی، بہری ہوگئی تھیں کہ اپنے سگے ماں باپ کو دکھ دیا ان کی آنکھوں میں آنسو تھے تو اصل کردار بھی تو ان ہی کا تھا۔ کشمالہ کی ضد شہکاشہ ملک کو وہ ہر صورت چاہے ناجائز ہی طریقہ کیوں نہ ہو وہ اس کو کشمالہ کی جھولی میں ڈالنا چاہتی تھیں مگر وقت کی ڈور ابھی بھی ان کے ہاتھ میں تھی جسے وہ ہاتھ سے چھوڑنا نہیں چاہتی تھیں۔ ابھی دیر نہیں ہوئی تھی سارے حالات وہ سنبھال لیں گی۔ رانی گل کے بیوہ ہونے کے بعد یہ ہی سب لوگ تھے ان سب لوگوں نے سنبھالا تھا اتنا پیار مان دیا۔ ان کی اور کشمالہ کی ہر خواہش اور ہر خوشی پوری کی۔ کشمالہ کو کبھی شہکاشہ ملک اور شہزیل ملک سے کم نہیں سمجھا۔ ہر ضرورت کا آگے سے آگے بڑھ کر خیال رکھا اور شہکاشہ ملک تو کس قدر چاہتا تھا ان کو انہوں نے کیا کیا بدلے میں کیا دیا ان کے اتنے پیار، چاہت، عزت اور احسانات کے بدلے میں انہوں نے کیا کیا صرف دھوکہ۔ رانی گل اپنی جگہ سے کھڑی ہوئیں اور آغا جان کے گھٹنوں میں جا بیٹھی تھیں۔ دونوں ہاتھوں کو جوڑے سر کو جھکائے زار و قطار رونے لگی تھیں۔ اپنی سنگین غلطی اپنے گناہوں کی معافی کی طلب گار تھیں۔

''سلوئی.....'' کسی کے گرنے کی آواز اور پھر کسی کی چیخ کی آواز۔

''ہال میں بیٹھے ہر فرد نے پلٹ کر دیکھا تھا اور جو دیکھا تو ہر کوئی اپنی جگہ پتھرا کے رہ گیا سناٹے میں رہ گیا تھا۔

نیچے ماربل کے صاف شفاف چمکتے فرش پر سلوئی گری پڑی تھی اس کے چہرے کی رنگت خطرناک حد تک سفید پڑی ہوئی تھی، وہ اپنے سارے عقل و خرد گنوا چکی تھی جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ وہاں بہت دیر سے کھڑی تھی جس نے ان لوگوں کی ایک ایک بات سن لی تھی، گرتی ہوئی سلوئی کی طرف تیزی سے جو لوگ بڑھے تھے انہیں دیکھ کر لمحے بھر کے لیے آغا جان چکرا کر رہ گئے تھے۔

ثناء، راحیل آفریدی کو دیکھ کر تو بے بے گل کی آنکھوں کے گرد اندھیرا سا چھا گیا تھا۔

☆.....☆

''بس کریں ماما اب اور نہیں کھایا جائے گا۔'' سلوئی نے ثناء کا بڑھتا ہوا ہاتھ تھام لیا جو اس کو فریش فروٹس کاٹ کاٹ کے کھلا رہی تھیں۔

''کیوں نہیں کھایا جائے گا ابھی کھایا ہی کیا ہے ایک سیب بھی پورا نہیں کھایا۔'' ثناء نے دھیرے سے ڈپٹا تھا۔

''اور یہ سارے فروٹس ختم کرنے کے بعد یہ چکن سوپ بھی تمہیں ہی ختم کرنا ہے۔'' غنوئی ہاتھ میں ٹرے لیے اندر روم میں آ گئی تھی۔

''کیا.....؟'' وہ شاکڈ کی کیفیت میں دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔

''کیا.....کیا کر رہی ہو اپنی حالت دیکھی ہے، ویسے ہی کمزور سی تھیں اب تو اور شارٹ ہوگئی ہو۔'' سلوئی گھور کے رہ گئی۔

''یہ لو اب یہ انگور بھی جلدی سے ختم کرو۔'' ثناء کو بے چارگی بھری نظروں سے سلوئی نے دیکھا تھا۔ مگر ثناء نے ایک نہیں سنی اور اپنے ہاتھ سے ایک ایک کر کے کھلاتی رہیں۔

اسی اثناء میں بیڈ روم میں شہزیل ملک داخل ہوا تھا بیڈ پر بیک کراؤن سے ٹیک لگائے سلوئی پر اس کی نظر پڑی تو اپنے بے ساختہ بلند بانگ قہقہے کو روک نہیں سکا تھا۔

Scanned by CamScanner

اس کی انٹری پر اور پھر اس کے جاندار قہقہے کو غنویٰ نے نہایت ناگوار بھری نظروں سے دیکھا تھا۔

''ثناء آنٹی سچی میں بہت خوش ہوں، ہم لوگ تو سلویٰ بھابی کو بول بول کر تھک جاتے کہ کھالیں مگر مجال ہے جو بات مان لیں۔ بعض اوقات تو میری بھی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ چڑیا جیسی خوراک سے یہ رہ کیسے لیتی ہیں۔'' پر مزاح لب و لہجے میں کہتا ثناء کے برابر میں رکھی خالی چیئر پر بیٹھ گیا تھا۔

''اب ہر کوئی آپ کی طرح پیٹو تو نہیں ہے۔'' غنویٰ نے تکتے ہوئے جواب دیا تھا۔

''مگر میں نے سنا ہے آپ کوکنگ میں ماہر ہیں ہر روز نت نئی ڈشز میں کمال حاصل ہے۔'' اب پوری طرح اس نے غنویٰ کو اپنی نظروں کی گرفت میں لے لیا تھا۔

''ہاں تو اس سے آپ کو کیا مطلب ہے۔''

ایک تو اس کے شوخی بھری نظروں سے دیکھنا پھر اس کی ذومعنی بات پر وہ تپ کر شہزیل ملک کو دیکھنے لگی تھی جب کہ غنویٰ کی بانسبت سلویٰ اور ثناء کو شہزیل ملک کی ذومعنی بات کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آ گیا تھا۔ دونوں ہی منہ نیچے کیے ہلکے سے مسکرانے لگی تھیں۔

''خیر مطلب وغیرہ چھوڑیں اور یہ جو سوپ کب سے ہاتھ میں لیے بیٹھی ہیں مجھے نہیں لگتا سلویٰ بھابی نوش فرمائیں گی اس لیے آپ کی محنت نہ ضائع کرتے ہوئے میں ہی اس سے بھرپور انصاف کر لیتا ہوں۔'' شہزیل ملک آگے بڑھا اور اس کے ہاتھوں میں پکڑی ٹرے سے وہ چکن سوپ کا باؤل نہایت ہی بے تکلفی سے اٹھا لیا تھا اور بنا کوئی بات کیے سوپ کو چمچے سے پینے لگا تھا۔

''مسٹر شہزیل! انسان میں کچھ مینرز اینڈ ایٹی کیٹس ہونے چاہئیں جو آپ میں تو کم از کم بالکل مفقود ہیں۔'' غنویٰ نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا تھا بلکہ دیکھنے کا انداز بھی کچھ اس طرح تھا کہ ابھی ثابت سالم ہی نگل جائے گی۔

''بھئی دیکھو جہاں کھانے پینے کی بات ہو تو میں بالکل تکلف نہیں برتتا۔'' سوپ کو حلق میں انڈیلنے کے ساتھ ساتھ اس نے تنک چڑھی سی غنویٰ کو اپنی نظروں کی بھی گرفت میں رکھ لیا تھا۔

''اس کا ادراک تو مجھے اچھی طرح سے ہو گیا ہے۔'' بے عزتی کرنے کا وہ کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتی تھی۔

ابھی آدھے گھنٹے پہلے ہی اس نے اپنے لیے اسپائسی سی میکرونی بنائی تھی اس نے بنا کے ٹیبل پر رکھا ہی تھا کہ شہزیل ملک خوشبو سونگھتا آیا اور بلا تکلف بنا اس کی اجازت اس کی پلیٹ سے آدھے میکرونی پیالے میں نکال کر کھانے لگا غصہ تو اس کو بہت آیا لیکن ابھی جو چکن سوپ کی حرکت اس نے کی یہ بے تکلفی اس سے ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

شہزیل ملک بھی ڈھیٹوں کا سردار تھا مجال ہے جو غنویٰ کی بدمزاجی کا رتی بھر بھی اثر ہوا ہو بلکہ الٹا سلویٰ اور ثناء ہی اس کو سمجھانے لگی تھیں۔

''ہونہہ۔'' ستواں ناک سکیڑ کے وہ اس کی طرف سے رخ ہی پھیر گئی جس پر شہزیل ملک ہولے سے ہنس دیا تھا۔

☆......☆

رمضان آنے میں کوئی ایک ہفتہ رہ گیا تھا، حویلی کے درو دیوار رنگ روغن، فرنیچر، کرٹن، کارپٹ، شوپیسز گویا ہر شے کو نئے سرے سے چینج کیا جا رہا تھا۔ شہکاشہ ملک نے اس بار اپنا بیڈروم خود ڈیکوریٹ کروایا تھا، ماضی میں جو غلطیاں سرزد ہوئیں سو ہوئیں مگر حال میں وہ ان کی پرچھائی بھی اپنی اور سلویٰ کی زندگی پر پڑنے نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہ خوشی کا ایک ایک پل سلویٰ کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا۔ اس کی زندگی میں خوشیوں، چاہتوں اور محبتوں کے دیپ روشن کرنا چاہتا تھا، وہ جانتا تھا

Scanned by CamScanner

وہ ابھی اس سے ناراض ہے مگر وہ ہر صورت اس کو منا لے گا۔

''سلوئی بیٹا!'' سلوئی جو رمضان کے لیے کچن میں استعمال کیے جانے والی چیزوں کی لسٹ بنا رہی تھی، بے بے گل کی ہلکی سی پکار پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔

''جی بے بے جان! بولیے۔'' اس نے چہرے پر نرم مسکراہٹ سجائی تھی۔

''بچے یہ سب کیا ہے، نہ ہاتھوں میں چوڑی نہ انگوٹھی، نہ کانوں میں جھمکے، گلا خالی، حویلی کی بہویں ایسی نہیں رہتی ہیں۔'' بے بے گل کی آنکھوں میں نرمی کا تاثر تھا تو سمجھانے میں مٹھاس، حالانکہ وہ سب جانتی تھیں مگر گزری باتوں کو دہرا کے یا سوچ کر ہی خود کو نہ اذیت میں رکھنا چاہتی تھیں نہ چاہتی تھیں کہ سلوئی کسی کرب سے گزرے۔ شہکاشہ ملک کی آنکھوں میں ٹھاٹھیں مارتا محبت و چاہت کا سمندر بھی وہ دیکھ چکی تھیں۔ سلوئی کی ناراضی بجا تھی مگر کسی کو تو فاصلہ پاٹنا تھا۔

''وہ..... بے بے جان وہ سب الماری میں رکھ دیا تھا میں نے۔'' وہ سر کو جھکا کر مدھم لہجے میں بولی۔

''چلو کوئی بات نہیں اب اٹھو شاباش جاؤ وہ سب الماری سے نکال کر پہنو۔''

''یہ مجھے دو میں رکھ لیتی ہوں۔'' ان کی باتوں کے دوران ثناء بھی وہاں آ کر بیٹھ چکی تھیں۔ بے بے گل کی باتیں ان کی دل کی باتیں تھیں۔

ثناء نے رجسٹر اور پین اس کے ہاتھ سے لے لیا تھا۔

''جاؤ..... تم۔''

''جی۔'' وہ نہ چاہتے ہوئے بھی انکار نہیں کر سکی تھی، دھڑکتے دل سمیت کھڑی ہو گئی ایک ماہ ہو گیا تھا اس کو اپنے اور شہکاشہ ملک کے بیڈ روم میں گئے، شہکاشہ ملک نے جو اس کے ساتھ کیا اچھا نہیں کیا تھا اس لیے وہ دل سے اس کو معاف کرنے کے موڈ میں نہیں تھی، مگر اس وقت بے بے گل کی فرمائش کو رد بھی نہیں کر سکی۔ شہکاشہ ملک ڈیرے پر گیا ہوا تھا۔ رات سے پہلے اس کی واپسی ناممکن تھی اور ابھی شام کے چھ بجے تھے وہ جلدی سے اپنی جیولری لے آئے گی۔ چھوٹے چھوٹے قدموں کو اٹھاتی وہ بیڈ روم کے دروازے پر آ ٹھہری تھی، آہستگی سے ناب کو گھما کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی، بیڈ روم کی پوری سیٹنگ ہی چینج کر دی گئی تھی ہر شے نئی رکھوائی گئی تھی۔ فل سائز کے بیڈ پر سرخ اور گولڈن پھولوں والی بیڈ شیٹ بچھائی گئی تھی بیڈ کے برابر میں سائیڈ ٹیبل پر اس کی اور شہکاشہ کی شادی کی تصویر رکھی تھی، گرے اینڈ بلیو امتزاج کے کرٹن، گرے دبیز کارپٹ گو کہ ہر شے اس کی پسند کے مطابق رکھی گئی تھی۔

''مگر کیا فائدہ اب میرا دل مرجھا چکا ہے ان سب چیزوں سے۔'' تکلیف دہ سوچیں اس کے گرد حصار باندھ گئیں، ایک سسکتی ہوئی آہ بھرتی وہ وارڈ روب کی جانب بڑھی۔ اپنی جیولری ڈھونڈنے میں تھوڑی دقت تو ہوئی مگر مل گئی، ایک بلیو ویلوٹ بکس میں اس کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں، سلوئی نے وہ باکس کھول کر اپنی گولڈ کی چیزیں نکال لی تھیں، اسی اثناء میں کسی نے دروازے کو کھولا تھا سلوئی نے پلٹ کر دیکھا تو جیسے محسوس ہوا دل بہت زور زور سے دھڑک رہا ہے اور ابھی پسلیوں کی مضبوط دیوار توڑ کر سینے سے باہر آ جائے گا۔ سامنے شہکاشہ ملک کھڑا تھا آنکھوں میں ایک جہاں آباد کیے وہ اس کو تک رہا تھا۔ آج کافی دنوں بعد دشمن جاناں کا دیدار نصیب ہوا تھا ورنہ اس کی موجودگی میں وہ غنوئی کے روم میں رہتی۔

''زہے نصیب آج دیدارِ یار تو ہوا۔'' شہکاشہ نے ہلکے سے مسکراتے ہوئے کہا اور دروازے کو آہستگی سے بند کر کے لاکڈ لگا دیا۔ سلوئی کی تو جیسے جان سولی پر لٹک گئی ہو۔ شہکاشہ ملک آہستہ آہستہ چلتا ہوا سلوئی کے نزدیک آ ٹھہرا تھا۔

''میں اپنی جیولری لینے آئی تھی۔'' سلوئی نے بے ساختہ اپنی نظریں چرائیں، جو شہکاشہ ملک کی زیرک نگاہوں سے چھپی نہیں رہ سکیں۔

Scanned by CamScanner

''جب تک کسی کے روم میں قیام پذیر رہو گی آؤ اور اپنا بیڈ روم اور اپنا شوہر سنبھالو۔'' شہکاشہ ملک نے گہری نظروں سے سلوئی کا چہرہ دیکھا تھا، اس کے سرخ و سپید اجلے چہرے پر خون کی حدت کی وجہ سے تپش سی تھی اور چمکتی دودھیا پیشانی پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں سی چمک رہی تھیں اور شہکاشہ ملک کوئی اتنا نادان نہیں تھا جو سلوئی کی دل کی بدلتی کیفیت غیر ہوتی حالت نہ جان پاتا۔

''مجھے جانے دیں راستہ چھوڑیں میرا۔'' بہت ہمت کر کے اس نے اپنی گھنیری پلکیں اوپر کو اٹھائی تھیں، وہ کسی بھی کمزور لمحے کی گرفت میں آ کر شہکاشہ ملک کو معاف نہیں کرے گی۔

''اور اگر نہ جانے دوں تو۔'' وہ ایک قدم اور آگے بڑھا تھا، سلوئی نے بے بس مگر شکایتی نظروں سے شہکاشہ ملک کو دیکھا تھا۔

''وہ ہر بار کی طرح اس وقت بھی کیا اس کے آگے ہار جائے گی۔''

''نہیں قطعی نہیں۔'' دل نے زور سے صدا دی تھی۔ بات تو اس کے بے داغ کردار کی تھی نا وہ بھلا کیسے بھول جائے، جو الزام شہکاشہ ملک نے اس پر لگایا، اس نے سلوئی کو اندر تک توڑ پھوڑ کے رکھ دیا تھا وہ اس قدر بکھری تھی کہ خود اپنے آپ کو سمیٹنا مشکل ہو گیا تھا، کوئی کچھ بھی کہتا مگر اس کو پرواہ نہیں مگر شہکاشہ ملک وہ تو اس کا شوہر تھا، اس کا جیون ساتھی، اس کی سانسوں میں مہکتی خوشبو تھا وہ، دل میں دھڑکتی دھڑکن تھا وہ پھر کیسے وہ بے یقین ہو گیا کیسے اس نے اتنا گھناؤنا بہتان لگا دیا، دل پر روح پر ہزاروں وار چلا دیتا، زخمی زخمی کر دیتا کسی تیز دھارے خنجر سے اس کا وجود چھلنی چھلنی کر دیتا، تب بھی شاید اس کو اتنی تکلیف اتنی اذیت نہیں ہوتی جتنی اس کے کردار پر لگائے جانے والے الزام پر ہوئی تھی۔ لمحہ لمحہ مری تھی اور مر کے جی تھی وہ، اتنے لوگوں میں رہ کر بھی وہ بالکل اکیلی تھی تنہا تھی۔ اتنی آسانی سے تو وہ شہکاشہ ملک کو قطعی معاف نہیں کرے گی۔

''دیکھیں میں آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی، اس لیے میرا رستہ چھوڑیں اور مجھے جانے دیں۔''

نظروں کو جھکائے ناراض لہجے میں بولتی وہ شہکاشہ ملک کو لمحہ بھر کے لیے شرمندہ کر گئی تھی۔ اس نے کیا بھی تو کتنا غلط تھا اس کے ساتھ، نکاح پڑھوا کے تو حویلی لے آیا اور کسی بے کار ردی کی طرح اس کو کسی کونے میں پھینک دیا۔ محبت تو دور کی بات اس نے تو آج تک اس کو عزت نہیں دی مگر وہ بیتے کڑوے لمحے وہ چبھتی باتیں وہ جاں گسل مناظر ان سب کو شہکاشہ فراموش کر دینا چاہتا تھا۔ سب کچھ بھول کر نئے سرے سے ایک بار پھر سلوئی کے ساتھ نئی زندگی شروع کرنا چاہتا تھا۔ ناراض ناراض سی خفا خفا سی سلوئی کو وہ منا لے گا۔

''معاف نہیں کرو گی۔'' اس کا لہجہ شرمندگی میں ڈوبا ہوا تھا۔ شہکاشہ ملک نے اپنی چوڑی ہتھیلیوں کے پیالے میں اس کا سندر، خفا خفا سا چہرہ بھر لیا تھا، بہت مشکل سے سلوئی نے وہ گھنیری لرزتی سیاہ پلکوں کی باڑ اوپر کو اٹھائی تھیں، شہکاشہ ملک نے بغور ان آنکھوں کو دیکھا تھا جہاں کرب کی ایک داستان رقم تھی جو وہ با آسانی پڑھ سکتا تھا۔

''پلیز.....'' التجائیہ لہجے میں درخواست تھی۔

''نہیں کبھی بھی نہیں۔'' لب و لہجے میں مضبوطی تھی پختگی تھی، بہت ساری ہمت و حوصلہ مجتمع کر کے اس نے شہکاشہ ملک کے دونوں ہاتھ کو اپنے چہرے سے ہٹائے تھے اور زور دار طریقے سے اس کے چوڑے سینے پر دونوں ہاتھوں سے دھکا دیئے وہ وہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی مگر ایک جھٹکے میں ہی وہ واپس اس کے کسرتی بازو کا حصہ بنی تھی اس کی کلائی شہکاشہ ملک کی چوڑی ہتھیلی میں قید ہو کر رہ گئی تھی۔

''میں انتظار کروں گا تمہارا۔'' شہکاشہ ملک نے نہایت گہری نظروں سے اس کا چہرہ دیکھا اور اس کی کلائی سے اپنی

Scanned by CamScanner

گرفت آزاد کردی۔ سلوٰی نے موقع غنیمت جانا اور تیزی سے وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی، شہکاشہ ملک تادیر اس خالی جگہ کو تکتا چلا گیا تھا۔

☆.....☆

آج چاند نظر آ گیا تھا، کل پہلا روزہ تھا، کچن میں سلوٰی اور غنوٰی سحری کی تیاری کر رہی تھیں سب کی پسند و ناپسند کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سحری کے لیے ڈشز تیار کیے جا رہی تھیں۔ بے بے گل کو ہلکی سی چپاتی کے ساتھ شامی کباب پسند تھے تو آغا جان کو گیارہ پرت والا پراٹھا وہ بھی بھنے ہوئے قیمے کے ساتھ کھانا اچھا لگتا تھا۔ شہکاشہ ملک کو بالکل لائٹ فوڈ اچھا لگتا تھا اس لیے ایک گلاس دودھ کے ساتھ دو بوائل انڈے اسی طرح ثناء اور راحیل کے لیے بھی اس نے تیار کر دیا تھا۔

''سلوٰی۔'' دودھ بوائل کرتی غنوٰی نے سلوٰی کو دیکھا۔

''ہاں بولو۔'' مصروف انداز میں اس کو دیکھا کیونکہ وہ اس وقت شامی کباب تل تل کر ایک کانچ کی پلیٹ میں رکھتی جا رہی تھی۔

''میرا خیال ہے تمہارے دیور کی کوئی خاص پسند نہیں ہوگی۔''

''مطلب؟'' سلوٰی نے ناسمجھی نظروں سے غنوٰی کو دیکھا تھا۔

''مطلب یہ کہ وہ ہڑ پوئے ہر چیز ہڑپ کر جاتا ہے تو اس کے لیے کوئی خاص ڈش بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' خود ہی کہہ کر خود ہی زور سے ہنس دی۔

''غنوٰی۔'' سلوٰی نے تنبیہہ نظروں سے اس کو گھورا۔

''تو اور کیا جب دیکھو کچھ نہ کچھ کھا ہی رہا ہوتا ہے بلکہ ٹھونس ہی رہا ہوتا ہے، میرا نہیں خیال وہ رمضان کا ایک بھی روزہ رکھے گا۔'' اس نے برنر بند کیا اور کاؤنٹر سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔

''تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو۔''

''کیونکہ سلوٰی بھابی یہ مجھے بہت اچھے سے جانتی ہیں۔'' مسکراتا ہوا لہجہ ان دونوں کی سماعت سے ٹکرایا۔ دونوں نے پلٹ کر دیکھا جہاں دروازے پر شہزیل ملک کھڑا دلچسپ نظروں سے غنوٰی کو تک رہا تھا۔ غنوٰی کی مسکراہٹ اس کے لبوں کے حواس میں ہی سمٹ کر رہ گئی۔

''ہونہہ۔'' غنوٰی نے کھڑی ستواں ناک چڑھا کر اس کی جانب سے رخ ہی پھیر لیا تھا۔ جب کہ سلوٰی ہلکے سے مسکرا دی تھی۔ شہزیل ملک مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا اور ہولے ہولے چلتا ہوا غنوٰی کے مقابل آ ٹھہرا۔

''کیوں میں سچ کہہ رہا ہوں نا مس غنوٰی کہ آپ مجھے بہت قریب سے جانتی ہیں۔'' وہ اس کو چھیڑنے لگا تھا، اس کی چھیڑ پر اور اس کے یوں ڈھٹائی سے پاس آنے پر غنوٰی نے اس کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا جس کی گہری نظریں اسی کے چہرے کے گرد حصار باندھی ہوئی تھیں۔

''دیکھو زیادہ مجھ سے فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔'' غنوٰی بھناتی ہوئی اپنی انگشت شہادت اٹھا کر اس کو خونخوار نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ وہ سامنے آ جاتا تو جانے کیوں غنوٰی کی نس نس میں لاوا سا دوڑنے لگتا تھا۔

''میرا خیال ہے ابھی وہ وقت نہیں آیا۔'' اس کی ذو معنی بات نے غنوٰی کو سر تا پا سلگا کر رکھ دیا تھا۔

''یو!'' غنوٰی کے انداز میں موجود جھنجھلاہٹ اور غصے کی کیفیت نے شہزیل ملک کو بہت مزہ دیا تھا۔

''خادم کو شہزیل ملک کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے اگر آپ چاہیں تو مجھے صرف پیار سے شہزی بلا سکتی

Scanned by CamScanner

ہیں۔'' اس کے تپے تپے چہرے کو بغور تکتا وہ حظ اٹھا رہا تھا۔
''شکل دیکھی ہے اپنی آئینے میں۔'' سلگتے ہوئے تڑکتا جواب حاضر تھا۔
''مستقبل قریب میں آپ کی آنکھوں میں دیکھنے کا ارادہ ہے۔'' غنویٰ کے چہرے اور آنکھوں میں اشتعال، غصہ اور ناراضی کے ملے جلے تاثرات کو نظر انداز کیے وہ اپنی ہی چھیڑ چھاڑ میں لگا ہوا تھا۔
''دیکھ لوں گی تمہیں۔'' غم و غصے کی شدت سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ سختی سے دونوں ہتھیلیوں کی مٹھی بھینچے وہ تیزی سے وہاں سے نکلی تھی۔
''یا اللہ رحم۔'' اس کی جلد بازی اور عجلت میں جانے پر شہزیل ملک اگر تیزی سے پیچھے نہ ہٹتا تو یقیناً زبردست تصادم لازمی تھا۔
''باز آجاؤ اپنی ان بچکانہ حرکتوں سے، غنویٰ بہت جنگجو قسم کی لڑکی ہے تمہیں چھوڑے گی نہیں۔''
''ان سب کے دوران سلویٰ جو خالی ان دونوں کی نوک جھونک سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ غنویٰ کے جانے کے بعد شہزیل ملک کی کلاس لینے کی ٹھانی۔
''تو ڈیئر سلویٰ بھابی آزاد ہونے کی خواہش بھی کس کافر کو ہے۔''
''ہوں۔'' سلویٰ نے ''ہوں'' کو کافی لمبا کھینچا حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔
''کیا جو میں سوچ رہی ہوں ایسا ہی کچھ ہے۔'' خوشی تو اس کو بہت ہوئی تھی۔
''جی آئی لو ہر۔'' اس نے بلا جھجک ہی اظہار کر دیا تھا۔
''اور اگر غنویٰ نے انکار کر دیا تو۔''
''خدا کے لیے سلویٰ بھابی! ڈرائیں تو نہیں۔'' وہ ہلکا سا بے چین ہوا اور اس کی یہ بے چینی دیکھ کر سلویٰ ہلکے سے ہنس دی۔
''اگر آپ لوگوں کے مذاکرات ختم ہو گئے ہیں تو سحری کا کچھ انتظام ہے۔'' اچانک سے گھمبیر اور بھاری آواز نے ان دو کی توجہ اپنی جانب کھینچ لی تھی، سلویٰ نے شہکاشہ ملک کی بھاری آواز پر پلٹ کر ضرور دیکھا مگر دیکھنے کا دورانیہ چند لمحوں کا تھا، وہ کیبنٹ کی جانب بڑھی اور کانچ کے برتن نکالنے لگی، شہکاشہ ملک کو اس طرح نظر انداز کیا جیسے وہ یہاں ہے ہی نہیں، البتہ شہزیل ملک کباب کی پلیٹ اٹھائے باہر کی جانب بڑھ گیا تھا، شہکاشہ ملک ایک خاموش نظر اس کے وجود پر ڈال کر رہ گیا۔

☆.....☆

''کیا سوچ رہی ہیں میراں۔'' بے بے گل کسی بہت گہری سوچ میں غلطاں تھیں جبھی آغا جان ہاتھ میں تسبیح لیے وہاں چلے آئے تھے۔
''یہی کہ یہ پہلا رمضان ہے جس میں کشمالہ اور رانی گل ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔''
وہ ایک ماں تھیں اپنی ساری اولادوں کے لیے ان کی محبت یکساں اور بے لوث ہوتی ہے۔ رانی گل اور کشمالہ نے بے شک جو سنگین غلطی کی تھی اس میں معافی اور درگزر کی کوئی گنجائش تو نہیں نکلتی مگر تھیں تو وہ ان کے وجود کا حصہ، کشمالہ کی خواہش اگر شہکاشہ ملک تھا تو اس میں کوئی برائی نہیں تھی مگر شہکاشہ ملک کو پانے اس کو حاصل کرنے کے جنون میں وہ بالکل اندھی ہو چکی تھی۔
''رانی گل اور کشمالہ کا یہاں حویلی سے جانے کا اپنا خود کا فیصلہ تھا، ہم نے روکنے کی کوشش تو کی مگر اپنی غلطی

Scanned by CamScanner

کی سنگینی کا احساس انہیں ہو گیا تھا اور اگر سوچا جائے تو اسی میں ہم سب کی بھلائی اور اچھائی ہے اور یہی شہکاشہ ملک اور سلویٰ بیٹی کی زندگی کے لیے بہتر ہے۔'' آغا جان نے نہایت سہولت سے ان کو سمجھایا تھا۔

''اور پھر آپ اتنی فکر بھی مت کریں کشمالہ کوئی غیروں میں نہیں اپنے ددھیال میں ہی گئی ہے، یقیناً وہاں اس کے لیے کوئی اچھا مناسب رشتہ مل جائے گا۔''

''انشاءاللہ، آغا صاحب۔'' بے بے گل نے صدقِ دل سے اپنی بیٹی اور نواسی کے لیے دعا کی تھی۔

''یہ لیجیے گرم گرم سبز قہوہ۔'' ثناء ہاتھ میں ٹرے لیے چلی آئیں۔

''ارے جیتی رہیے خوش رہیے، سچی افطاری کے بعد گرم گرم سبز قہوہ کی شدت سے طلب ہوتی ہے۔'' آغا جان نے ٹرے میں سے اپنا کپ اٹھالیا تھا، ثناء نے ٹرے بے بے گل کی طرف بڑھائی انہوں نے بھی اپنا کپ اٹھالیا، ثناء اپنا کپ لیے سامنے صوفے کی جانب بڑھ گئیں۔

''مجھے پتا ہے آغا جان! اسی لیے خاص بنا کر لائی ہوں۔'' ثناء ہلکے سے مسکرا دیں۔

''اچھا یہ بتائیے ثناء بیٹی! غنویٰ اور شہزیل کی منگنی کا عید کا پہلا دن کیسا رہے گا۔'' آغا جان نے سبز قہوہ کا ایک سپ لیا تھا۔

''بالکل بہترین دن ہوگا آغا جان۔'' ثناء نے خوش اسلوبی سے جواب دیا۔

''تو بس ٹھیک ہے عید کے ساتھ ساتھ غنویٰ اور شہزیل کی منگنی کی بھی تیاری شروع کر دی جائے، کسی شے کی کمی نہیں رہنی چاہیے۔'' آغا جان کے لب و لہجے میں خوشی کو چمک دمک تھی، ان کی حویلی میں ایک بار پھر خوشیاں دستک دے رہی تھیں۔

☆.....☆

شہزیل ملک کسی فائل میں بزی تھا، شہزیل ملک اور شہکاشہ ملک کو باہر ممالک سے بہت بڑا ٹینڈر ملا تھا، جس کی کامیابی نے پورے بزنس سرکل میں جھنڈے گاڑھ دیئے تھے۔ شہزیل ملک کے لیے یہ بہت بڑی خوشی تھی جس کی سیلیبریشن بنتی تھی۔ وہ شہکاشہ ملک کو فون کرنے کے لیے فون اٹھا ہی رہا تھا کہ کسی نے نہایت ہی جارحانہ انداز میں اس کے بیڈروم کا دروازہ کھولا تھا اور شہزیل ملک آنکھیں بند کر کے بھی بتا سکتا تھا کہ کون آیا ہے اس کے بیڈروم میں۔

''ہاؤ ڈیئر یو۔'' تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی مجھ سے منگنی کے لیے حامی بھرنے کی۔'' اس جنگجو سی لڑکی غنویٰ نے سیدھا اس کا گریبان پکڑ کے جھنجھوڑ کے رکھ دیا تھا۔ وہ اس افتاد کے لیے قطعی طور کے لیے تیار نہیں تھا۔

''میری بات تو سنو۔'' شہزیل ملک نے اس کے نازک ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لے لیا تھا۔

''مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی، تم سیدھے شرافت کے دائرے میں آ کر آغا جان کو منع کرو کہ تمہیں اس منگنی سے انکار ہے۔'' اس کے چہرے اور آنکھوں سے غصے کے شعلے نکل رہے تھے۔

''او کے تم چاہتی ہو یہ منگنی نہ ہو۔'' شہزیل ملک نے آہستگی سے اس سے اپنا گریبان چھڑایا مگر ہاتھوں پر گرفت مضبوط رکھی۔

''بالکل۔'' وہ ضدی لہجے میں بولی۔

''چلو ٹھیک ہے تم مجھے کوئی ایک وجہ بتا دو میں انکار کر دوں گا۔''

Scanned by CamScanner

''یہ وجہ کم نہیں کہ تمہارے بھایا شہکاشہ ملک نے سلوئی کے ساتھ کس قدر ناروا سلوک رکھا۔''
''تو میری جان! وہ سب ایک غلط فہمی کے سبب ہوا نا۔'' برجستگی سے کہتے ہوئے شرارت سے مسکرا دیا، اس نے شاید لفظ میری جان پر دھیان نہیں دیا تھا ورنہ پھر سے اس کی شامت آجانی تھی۔
''جو بھی ہے مگر میں سلوئی نہیں ہوں۔'' اس نے ایک جھٹکے سے شہزیل کے ہاتھوں سے اپنا ہاتھ چھڑایا تھا۔
''بالکل بھی نہیں مجھے پتا ہے تم سلوئی بھابی کا پاسنگ بھی نہیں ہو۔'' اس بار شہزیل ملک نے بہت مشکل سے اپنی ہنسی کو قابو میں کیا تھا۔
''اچھا! ان سب باتوں کو چھوڑو۔'' اس سے پہلے غنوئی کچھ بولتی شہزیل ملک نے اس کو ٹوک دیا۔
''تمہیں تو پتا ہے کہ آج کل سلوئی بھابی اور شہکاشہ بھایا میں ناراضی چل رہی ہے۔''
''جانتی ہوں سب خبر ہے، تمہارے شہکاشہ بھایا ہیں ہی اسی لائق، میری نازک مزاج سیدھی سادھی پیاری سی بہن سلوئی کے ساتھ جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ کوئی اخلاقیات کے زمرے میں نہیں آتا۔'' پھڑکتا تنکتا جواب حاضر تھا۔
''او کے او کے مگر اب حقیقت اور سچائی یہی ہے کہ شہکاشہ بھایا، سلوئی بھابی سے نا صرف بے حد محبت کرتے ہیں بلکہ انتہا درجے تک ان کو چاہتے بھی ہیں اور اب وہ ان کے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتے۔''
''تو ان سب میں، میں کیا کر سکتی ہوں۔'' اس کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی، وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ آخر اس کی منگنی کا سلوئی اور شہکاشہ ملک کی ناراضی سے کیا تعلق۔
''تو ٹھیک ہے میں ہی بتا دیتا ہوں وہ کہہ رہی ہیں کہ وہ بھی راحیل انکل اور ثناء آنٹی کے ساتھ واپس جائیں گی وہ یہاں اس حویلی میں نہیں رہیں گی۔ ہاں اگر ہماری منگنی ہو جاتی ہے تو راحیل انکل اور ثناء آنٹی بھی نا صرف حویلی میں ہمیشہ کے لیے رہنے لگیں گے بلکہ وہ شہکاشہ بھایا کو معاف بھی کر دیں گی۔'' اس نے جلدی سے یہ جھوٹی کہانی گڑھ دی تھی۔
''یہ کیا بات ہوئی سلوئی ایسے کیسے کر سکتی ہے، قربانی کا بکرا میں ہی نظر آئی ہوں کیا۔'' اس کے تو سر سے لگی پاؤں پر بجھی تھی۔
''آں..... آں..... بکری.....'' ہنسی کو بمشکل قابو کیے وہ بولا تھا جس پر غنوئی اس کو گھورے بنا نہیں رہ سکی۔
''سوری۔'' اس نے فوراً ڈرنے کی ایکٹنگ کی تھی۔
''تمہیں تو میں بعد میں دیکھتی ہوں ذرا پہلے اس سلوئی کی بچی سے دو دو ہاتھ کر لوں۔'' پیر پٹختی وہ اس کے بیڈ روم سے تیزی سے نکلی تھی۔
''سلوئی!'' غصے میں لال پیلی وہ کمرے میں داخل ہوئی جہاں آج کل اس کا مسکن بنا ہوا تھا۔
''ہاں بولو غنوئی! سب خیریت تو ہے نا تم اتنی غصے میں کیوں ہو۔'' وہ اپنا کام چھوڑ کر اس کو دیکھنے لگی۔
''یہ تمہارا دیور کیا بکواس کر رہا ہے؟''
''کون شہزیل؟''
''ظاہری بات ہے دو چار تو ہیں نہیں ایک ہی نمونہ اللہ نے اس دنیا میں بھیجا ہے۔''
''بات کیا ہوئی پھر سے جھگڑا ہو گیا کیا؟'' سلوئی نے اس کے انداز اس کے چہرے اور آنکھوں سے یہی اخذ کیا تھا کہ پھر سے کوئی لڑائی ہو گئی ہے۔

Scanned by CamScanner

''تم پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ یہ کیا بودی سی شرط لگائی ہے تم نے کہ اگر میں تمہارے اس دیور سے منگنی نہیں کروں گی تو تم شہکاشہ بھایا کو معاف نہیں کرو گی بلکہ ہمارے ساتھ شہر چلو گی۔'' اس کے لہجے میں ناراضی کے واضح آثار تھے۔

''میں نے ایسا.....'' اور اس سے پہلے کہ سلوئی سچ اگل دیتی اس کی نظر غنوئی کی پشت پر دروازے کے پاس کھڑے شہزیل ملک پر پڑی جو دونوں ہاتھ جوڑے مدد طلب نظروں سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ سلوئی جس کے سارے اعصاب اس بات سے جھنجھلا کے رہ گئے تھے یکدم سے ڈھیلے پڑ گئے اس کی ساری بات سمجھ میں آ گئی تھی۔

''مجھے پتا تھا تم ایسی کوئی فضول گوئی کر ہی نہیں سکتی ہو یہ سب اس جنگلی کی ذہنی اختراع ہے۔'' غنوئی کی آنکھوں میں شہزیل ملک کے لیے مزید غصہ بھر گیا۔

''نہیں غنوئی! شہزیل نے جو کچھ کہا وہ سب سچ ہے۔'' سلوئی نے پہلے شہزیل ملک کو گھورا پھر غنوئی کو دیکھنے لگی۔

''واٹ۔'' غنوئی کو اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا تھا۔

''دیکھو غنوئی! تم جانتی ہو میں کس مزاج کی ہوں نہایت ہی ڈرپوک اور دبوسی لیکن اگر تم ساتھ رہو گی تو شہکاشہ سے مقابلے کی ہمت بندھی رہے گی وہ مجھے کچھ نہیں کہہ پائیں گے۔'' بے چارگی اور معصومانہ شکل بنائے وہ غنوئی کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

''ابھی تک جو کچھ میرے ساتھ شہکاشہ نے کیا، کیا اگر تم ہوتیں تو میرے ساتھ ایسی ناانصافی ایسی زیادتی ہو پاتی۔''

''قطعی نہیں، میں اینٹ سے اینٹ بجا دیتی، ایسی طبیعت صاف کرتی جناب شہکاشہ بھایا کی کہ کبھی ترچھی نظر بھی تم پر ڈالنے کی کوشش نہیں کرتے۔'' بہن کی محبت یکدم سے جوش مارنے لگی۔

''تو کیا گارنٹی ہے وہ آگے میرے ساتھ برا برتاؤ غلط سلوک نہیں کریں گے۔''

''ایسے کیسے اب کچھ کر کے تو دکھائیں اچھی طرح نمٹ لوں گی۔'' وہ قطعی لہجے میں بولی۔

''تو پھر تم راضی ہو نا؟'' سلوئی کے لہجے میں خوشی کے رنگ تھے۔ تمہاری خاطر میں اس منگنی کے لیے حامی بھر رہی ہوں ورنہ دنیا کا وہ کوئی آخری لڑکا بھی ہوتا نا تو بھی وہ میری چوائس نہیں ہوتا۔'' اس کو سلوئی پر ترس آ گیا تھا۔ وہ ہمیشہ سے اس کی ڈھال بنتی آئی تھی اس بار بھلا کیسے اکیلا چھوڑ دے۔

''اوہ مائی کیوٹ سسٹر!'' فرطِ جذبات سے وہ غنوئی کے گلے سے لگی تھی۔

''اچھا اب چھوڑو۔'' وہ اس سے الگ ہوئی۔

''مما میرے لیے منگنی کا سوٹ لے کر آئی ہیں وہ ذرا دیکھ کر آتی ہوں۔'' غنوئی اس سے الگ ہو کر باہر جانے والے راستے کی جانب بڑھی مگر اس سے پہلے ہی شہزیل ملک تیزی سے دیوار کی آڑ میں ہوا تھا، کہیں غنوئی دیکھ نہ لے، اس کے جانے کے بعد وہ اندر آیا۔

''تھینکس تھینکس سلوئی بھابی آئی پراؤڈ آف یو۔'' شہزیل ملک کے چہرے اور آنکھوں میں خوشیوں و چاہتوں کی برأت اتری ہوئی تھی۔ سلوئی کو اتنی خوشی ہوئی تھی وہ ہلکے سے مسکرا دی۔

''ویسے بھابی ابھی تک سنا تھا آج دیکھ بھی لیا۔''

Scanned by CamScanner

''وہ کیا؟'' سلوئی نے پوچھا۔

''یہی کہ حسین اور خوب صورت لڑکیوں کے پاس عقل نامی شے نہیں ہوتی۔'' وہ شریر لہجے میں بولتا ہوا دھیرے سے مسکرا دیا۔

''کیا؟'' سلوئی نے گھور کے دیکھا تو وہ مزید ہنستا ہوا باہر کی جانب نکلتا چلا گیا۔

''پاگل۔'' سلوئی کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی اور نفی میں ادھر اُدھر گردن ہلاتی اپنا ادھورا کام نمٹانے لگی جو وہ ان دونوں کے آنے سے پہلے کر رہی تھی۔ اپنے تہ شدہ کپڑوں کو وارڈروب میں رکھنے لگی تھی۔

☆......☆

''آغا خان۔''

''جی بیٹا بولو!'' آغا خان جو فرحت عباس شاہ کو پڑھ رہے تھے شہکاشہ ملک کی پکار پر اس کو دیکھنے لگے تھے اس کے ہاتھ میں کوئی نیوز پیپر زتھا۔

''یہ دیکھیے۔'' شہکاشہ ملک نے وہ نیوز پیپر ان کے آگے بڑھایا جسے آغا جان سوالیہ نظروں سے دیکھنے کے بعد ہاتھ میں پکڑی بک سائیڈ میں رکھی اور شہکاشہ ملک کے بڑھے ہوئے ہاتھ میں پکڑا نیوز پیپر زتھام لیا تھا، آغا جان نے وہ نیوز پیپر کھول کے دیکھا اور جو سرخی سامنے تھی دل کو دھچکا اور دھکا تو زبردست لگا تھا۔ خبر ہی کچھ ایسی تھی۔

''شراب کے نشے میں دھت شمشیر خان گاڑی چلاتے وقت جان بحق۔ ایکسیڈنٹ میں چہرہ اور جسم بالکل مسخ ہو کر رہ گیا۔''

''شہکاشہ۔'' ان کے لہجے میں کیا تھا وہ خود ہی نہیں جان پائے۔

''یہ سچ ہے آغا جان۔''

''کیا سچ ہے؟'' اسی اثناء میں بے بے گل بھی اندر داخل ہوئی تھیں۔ ان کے ہاتھ میں غنوئی کا منگنی کا جوڑا اور جیولری تھی جو وہ آغا جان کو دکھانے کے لیے لائی تھیں۔

''آپ بھی پڑھ لیں۔'' انہوں نے وہ نیوز پیپر بے بے گل کے آگے بڑھایا۔ بے بے گل نے منگنی کا جوڑا اور جیولری باکس بیڈ پر آہستگی سے رکھنے کے بعد وہ نیوز پیپر تھام لیا تھا۔

''چلو جی خس کم جہاں پاک۔'' بے بے گل کو تو اس کے مرنے سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا البتہ دلی خوشی اور ذہنی سکون ضرور ملا تھا۔

''صحیح کہتی ہیں آپ، مکافاتِ عمل اسی کو کہتے ہیں، انسانی جرم کر کے گناہ کر کے بھول جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کسی کی بھی زندگی کی ڈور وہ اس کی سانسوں سے اگر چھین لے گا تو اس کا کوئی حساب و کتاب نہیں ہوگا مگر درحقیقت تو یہ ہے کہ ہم سب کی زندگیوں کی ڈور ایک ہی کے ہاتھ میں ہے جس کی نظروں سے ہمارا کوئی عمل، فعل پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ جو ہم سب کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہ سب جانتا ہے اس کو سب خبر ہے۔ اس لیے جرم کرنے والے کو ایک موقع دیتا ہے اس کی رسی ڈھیلی بھی چھوڑتا ہے لیکن جب وہ نہیں سدھرتا اپنے گناہوں سے باز نہیں آتا تو وہی ہم سب کا پروردگار ایک جھٹکے میں ہماری زندگی کی ڈور کھینچ لیتا ہے اور اس گناہ گار کو وہ اذیت ناک موت دیتا ہے جو ہم سب کے لیے عبرت کا نشان بن جاتا ہے۔'' آغا جان نے نرم لہجے میں کہتے ہوئے بے بے گل سے وہ نیوز پیپر لیا اور شمشیر کے مسخ چہرے پر ایک نظر ڈالتے ہوئے نیوز پیپر کو لپیٹ کے سائیڈ پر رکھ کر ایک

Scanned by CamScanner

لمبی آہ بھر کے شہکاشہ ملک کو دیکھا۔

''شمشیر نے جو کچھ کیا اس کو اس کے کیے کی سزا مل چکی ہے دنیا میں تو اس نے اپنے کرموں کی سزا پائی مگر روزِ محشر، قبر میں اس کا کیا حساب و کتاب ہوگا یہ بھی اللہ اور اس کا معاملہ ہے۔ ہم تو صرف مغفرت کے لیے دعا ہی کر سکتے ہیں۔''

''خیر اب ان سب باتوں کو چھوڑیے اور یہ دیکھیے غنویٰ بیٹی کا منگنی کا جوڑا اور گولڈ کی جیولری۔'' بے بے گل کو شمشیر کا ذکر اچھا نہیں لگ رہا تھا، اس لیے انہوں نے آغا جان کو ٹوکتے ہوئے وائٹ اینڈ گولڈن امتزاج کی اٹھارہ تگی والی فل نگوں اور دبکے سے مزین فراک کھول کے دکھائی۔

''ماشاءاللہ بہت خوب صورت ہے۔'' آغا جان نے بے ساختہ لہجے میں کہا۔

''جی بے بے جان! واقعی آپ کی پسند لاجواب ہے۔'' شہکاشہ ملک کو بھی بہت پسند آئی تھی۔

''میراں۔'' آغا جان نے شہکاشہ ملک کو ایک نظر دیکھنے کے بعد بے بے گل کو دیکھا۔

''جی آغا صاحب!'' ہلکے سے مصروفیت بھرے انداز میں کہا۔ کیونکہ وہ اب جیولری باکس کھول رہی تھیں۔

''غنویٰ کے لیے تو ماشاءاللہ بہت خوب صورت سوٹ لائی ہیں، ہمیں بہت خوشی بھی ہوئی ہے۔''

''تو کیا ہم جان سکتے ہیں ہماری سلویٰ کے لیے کیا لائی ہیں آپ۔''

''آغا صاحب آپ کو کوئی شک ہے کہ میں اپنی سلویٰ بیٹی کو بھول سکتی ہوں۔'' بے بے گل دھیرے سے مسکرائیں بلکہ الٹا ان سے سوال کیا تھا۔

''قطعی نہیں۔'' انہوں نے تیزی سے نفی میں اِدھر اُدھر گردن ہلائی۔

''تو بس آپ بے فکر رہیں، اب آگے سارا معاملہ شہکاشہ اور سلویٰ کا ہے۔'' بے بے گل کے چہرے اور آنکھوں میں خوشی کی چمک تھی۔

''اوہ۔'' انہوں نے ''اوہ'' کو لمبا کھینچتے ہوئے شریر مسکراہٹ لیے پاس کھڑے شہکاشہ ملک کو دیکھا، جو چہرے کو جھکائے عنابی لبوں پر مسکراہٹ سجائے سر کھجانے لگا تھا۔

''برخوردار تم تو بہت گنے نکلے۔'' آغا جان نے جانچتی نظروں سے دیکھا۔

''اب آپ زیادہ تنگ مت کریں میرے بچے کو دو دن بعد عید ہے اور شہکاشہ کے پاس صرف دو دن بچے ہیں۔''

''تو یہاں رک کر ٹائم کیوں ضائع کر رہے ہو، جاؤ مناؤ ہماری سلویٰ بیٹی کو۔''

''جی۔'' وہ ہلکے سے مسکرا دیا۔

''لائیں آپ تو دکھائیں جیولری۔'' بے بے گل نے جیولری باکس کھول کے آغا جان کو تھمایا۔

☆.....☆

سلویٰ کچن میں افطاری کی تیاری کر رہی تھی تقریباً سب کچھ تیار ہو گیا تھا۔

''ہو سکتا ہے آج عید کا چاند بھی نظر آ جائے آج چاند رات ہو جائے۔'' پورے 9 روزے گزر گئے تھے مگر شہکاشہ ملک نے ایک بھی بار اس سے دوبارہ سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی نہ ہی کوئی ایسی حرکت کی کہ وہ زچ ہوتی چڑتی، نہایت سکون سے گزر رہا تھا یہ ٹائم اس کا مگر دل میں کہیں نہ کہیں ایک آس تھی امید کے دیئے روشن کیے وہ محوِ انتظار تھی کہ شاید اب وہ آئے گا اس کو منائے گا۔ بے شک سلویٰ کے خمیر میں ضد اور انا نام کی کوئی چیز

Scanned by CamScanner

''وہ کیا؟''سلوئی نے پوچھا۔
''یہی کہ حسین اور خوب صورت لڑکیوں کے پاس عقل نامی شے نہیں ہوتی۔'' وہ شریر لہجے میں بولتا ہوا دھیرے سے مسکرا دیا۔
''کیا؟''سلوئی نے گھور کے دیکھا تو وہ مزید ہنستا ہوا باہر کی جانب نکلتا چلا گیا۔
''پاگل۔''سلوئی کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی اور نفی میں اِدھر اُدھر گردن ہلاتی اپنا ادھورا کام نمٹانے لگی جو وہ ان دونوں کے آنے سے پہلے کر رہی تھی۔ اپنے تہ شدہ کپڑوں کو وارڈ روب میں رکھنے لگی تھی۔

☆.....☆

''آغا خان۔''
''جی بیٹا بولو!'' آغا خان جو فرحت عباس شاہ کو پڑھ رہے تھے شہکاشہ ملک کی پکار پر اس کو دیکھنے لگے تھے اس کے ہاتھ میں کوئی نیوز پیپرز تھا۔
''یہ دیکھیے۔'' شہکاشہ ملک نے وہ نیوز پیپر ان کے آگے بڑھایا جسے آغا جان سوالیہ نظروں سے دیکھنے کے بعد ہاتھ میں پکڑی بک سائیڈ میں رکھی اور شہکاشہ ملک کے بڑھے ہوئے ہاتھ میں پکڑا نیوز پیپرز تھام لیا تھا، آغا جان نے وہ نیوز پیپر کھول کے دیکھا اور جو سرخی سامنے تھی دل کو دھچکا اور دھکا تو زبردست لگا تھا۔ خبر ہی کچھ ایسی تھی۔
''شراب کے نشے میں دھت شمشیر خان گاڑی چلاتے وقت جان بحق۔ ایکسیڈنٹ میں چہرہ اور جسم بالکل مسخ ہو کر رہ گیا۔''
''شہکاشہ۔'' ان کے لہجے میں کیا تھا وہ خود ہی نہیں جان پائے۔
''یہ سچ ہے آغا جان۔''
''کیا سچ ہے؟'' اسی اثناء میں بے بے گل بھی اندر داخل ہوئی تھیں۔ ان کے ہاتھ میں غنوئی کا منگنی کا جوڑا اور جیولری تھی جو وہ آغا جان کو دکھانے کے لیے لائی تھیں۔
''آپ بھی پڑھ لیں۔'' انہوں نے وہ نیوز پیپر بے بے گل کے آگے بڑھایا۔ بے بے گل نے منگنی کا جوڑا اور جیولری باکس بیڈ پر آہستگی سے رکھنے کے بعد وہ نیوز پیپر تھام لیا تھا۔
''چلو جی خس کم جہاں پاک۔'' بے بے گل کو تو اس کے مرنے سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا البتہ دلی خوشی اور ذہنی سکون ضرور ملا تھا۔
''صحیح کہتی ہیں آپ، مکافاتِ عمل اسی کو کہتے ہیں، انسانی جرم کر کے گناہ کر کے بھول جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کسی کی بھی زندگی کی ڈور وہ اس کی سانسوں سے اگر چھین لے گا تو اس کا کوئی حساب و کتاب نہیں ہوگا مگر درحقیقت تو یہ ہے کہ ہم سب کی زندگیوں کی ڈور ایک ہی کے ہاتھ میں ہے جس کی نظروں سے ہمارا کوئی عمل، فعل پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ جو ہم سب کی شہہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہ سب جانتا ہے اس کو سب خبر ہے۔ اس لیے جرم کرنے والے کو ایک موقع دیتا ہے اس کی رسی ڈھیلی بھی چھوڑتا ہے لیکن جب وہ نہیں سدھرتا اپنے گناہوں سے باز نہیں آتا تو وہی ہم سب کا پروردگار ایک جھٹکے میں ہماری زندگی کی ڈور کھینچ لیتا ہے اور اس گناہ گار کو وہ اذیت ناک موت دیتا ہے جو ہم سب کے لیے عبرت کا نشان بن جاتا ہے۔'' آغا جان نے نرم لہجے میں کہتے ہوئے بے بے گل سے وہ نیوز پیپر لیا اور شمشیر کے مسخ چہرے پر ایک نظر ڈالتے ہوئے نیوز پیپر کو پلیٹ کے سائیڈ پر رکھ کر ایک

Scanned by CamScanner

لمبی آہ بھر کے شہکاشہ ملک کو دیکھا۔
''شمشیر نے جو کچھ کیا اس کو اس کے کیے کی سزا مل چکی ہے دنیا میں تو اس نے اپنے کرموں کی سزا پائی مگر روزِ محشر، قبر میں اس کا کیا حساب و کتاب ہوگا یہ بھی اللہ اور اس کا معاملہ ہے۔ ہم تو صرف مغفرت کے لیے دعا ہی کر سکتے ہیں۔''
''خیر اب ان سب باتوں کو چھوڑیے اور یہ دیکھیے غنویٰ بیٹی کا منگنی کا جوڑا اور گولڈ کی جیولری۔'' بے بے گل کو شمشیر کا ذکر اچھا نہیں لگ رہا تھا، اس لیے انہوں نے آغا جان کو ٹوکتے ہوئے وائٹ اینڈ گولڈن امتزاج کی اٹھارہ گلی والی فل لنگوں اور دوپٹے سے مزین فراک کھول کے دکھائی۔
''ماشاءاللہ بہت خوب صورت ہے۔'' آغا جان نے بے ساختہ لہجے میں کہا۔
''جی بے بے جان! واقعی آپ کی پسند لاجواب ہے۔'' شہکاشہ ملک کو بھی بہت پسند آئی تھی۔
''میراں۔'' آغا جان نے شہکاشہ ملک کو ایک نظر دیکھنے کے بعد بے بے گل کو دیکھا۔
''جی آغا صاحب!'' ہلکے سے مصروفیت بھرے انداز میں کہا۔ کیونکہ وہ اب جیولری باکس کھول رہی تھیں۔
''غنویٰ کے لیے تو ماشاءاللہ بہت خوب صورت سوٹ لائی ہیں، ہمیں بہت خوشی بھی ہوئی ہے۔''
''تو کیا ہم جان سکتے ہیں ہماری سلویٰ کے لیے کیا لائی ہیں آپ۔''
''آغا صاحب آپ کو کوئی شک ہے کہ میں اپنی سلویٰ بیٹی کو بھول سکتی ہوں۔'' بے بے گل دھیرے سے مسکرائیں بلکہ الٹا ان سے سوال کیا تھا۔
''قطعی نہیں۔'' انہوں نے تیزی سے نفی میں اِدھر اُدھر گردن ہلائی۔
''تو بس آپ بے فکر رہیں، اب آگے سارا معاملہ شہکاشہ اور سلویٰ کا ہے۔'' بے بے گل کے چہرے اور آنکھوں میں خوشی کی چمک تھی۔
''اوہ۔'' انہوں نے ''اوہ'' کو لمبا کھینچتے ہوئے شریر مسکراہٹ لیے پاس کھڑے شہکاشہ ملک کو دیکھا، جو چہرے کو جھکائے عنابی لبوں پر مسکراہٹ سجائے سر کھجانے لگا تھا۔
''برخوردار تم تو بہت گھنے نکلے۔'' آغا جان نے جانچتی نظروں سے اس کو دیکھا۔
''اب آپ زیادہ تنگ مت کریں میرے بچے کو دو دن بعد عید ہے اور شہکاشہ کے پاس صرف دو دن بچے ہیں۔''
''تو یہاں رک کر ٹائم کیوں ضائع کر رہے ہو، جاؤ مناؤ ہماری سلویٰ بیٹی کو۔''
''جی۔'' وہ ہلکے سے مسکرا دیا۔
''لائیں آپ تو دکھائیں جیولری۔'' بے بے گل نے جیولری باکس کھول کے آغا جان کو تھمایا۔

☆.....☆

سلویٰ کچن میں افطاری کی تیاری کر رہی تھی تقریباً سب کچھ تیار ہو گیا تھا۔
''ہو سکتا ہے آج عید کا چاند بھی نظر آ جائے آج چاند رات ہو جائے۔'' پورے 9 روزے گزر گئے تھے مگر شہکاشہ ملک نے ایک بھی بار اس سے دوبارہ سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی نہ ہی کوئی ایسی حرکت کی کہ وہ زچ ہوتی چڑتی، نہایت سکون سے گزرا تھا یہ ٹائم اس کا مگر دل میں کہیں نہ کہیں ایک آس تھی امید کے دیئے روشن کیے وہ محوِ انتظار تھی کہ شاید اب وہ آئے گا اس کو منائے گا۔ بے شک سلویٰ کے خمیر میں ضد اور انا نام کی کوئی چیز

Scanned by CamScanner

نہیں تھی مگر جو کچھ شہکاشہ ملک نے اس کے ساتھ کیا بے شک وہ نا قابلِ معافی تھا مگران کے درمیان جومحرم رشتہ تھا اس میں زیادہ دن کی دوریاں اور فاصلے بڑھا دیتی ہیں۔ دن کے اجالے میں وہ لمحے بھر کے لیے بھلے ہی سب کچھ بھول جاتی کیونکہ اس کے پاس ثناء، غنویٰ بے بے جان، آغا جان سب ہوتے مگر رات کی تنہائی میں کیا کوئی جو اس کے اردگرد گہرے سناٹے کے ساتھ گھپ اندھیرے کا بھی اس کے وجود پر راج رہتا، وہ اپنی زندگی کے بارے میں سوچتی کہ وہ اتنی اکیلی اتنی تنہا تھی۔ انہی سب سوچوں کے تانے بانوں میں الجھی تھی کہ پتا ہی نہیں چلا کب کچن میں شہکاشہ ملک آ گیا۔

شہکاشہ ملک نے کچھ بھی بولے بغیر اس کی نازک مرمریں کلائی تھامی اور اپنے ساتھ لیتا ہوا کچن سے نکلتا چلا گیا۔ چند ہی لمحوں میں وہ شہکاشہ ملک کے ہمراہ اس کے بیڈ روم میں تھی، سلویٰ نے بے یقین نظروں سے اس کو دیکھا پھر کچھ سوچتے ہوئے بولنے والی تھی کہ شہکاشہ ملک نے اس کے شنگرفی ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔

''شش.....'' اور پھر بیڈ سے وہ شاپر اٹھا کے سلویٰ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

''اگر آج شاید چاند رات ہو جائے اور کل عید، جتنے بھی گلے شکوے ناراضی، غصہ، اشتعال جو بھی ہے تمہارے اندر میرے لیے وہ سب جائز ہے۔ جس کے لیے میں بہت شرمندہ اور نادم ہوں میری سب سے بڑی غلطی یہ ہوئی کہ میں نے ہمیشہ رانی پھپھو کی نظروں سے دیکھا وہی سوچا جو انہوں نے کہا مگر اب میں تھک چکا ہوں، میرے دل پر تمہاری محبت کی جو دستک تھی وہ میں کبھی سن ہی نہیں سکا، تم سے تمہاری چاہت بھری محبت سے بیگانہ اپنے انتقام میں جیتا رہا اور آخر میں جو میں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی پتہ نہیں اس کا بوجھ کیسے میرے دل سے اترے گا۔ معافی تلافی کے وہ لفظ میرے پاس نہیں ہیں جو تم سے مانگ سکوں لیکن ہر گزرتے دن ہر گزرتے لمحوں میں، میں یہ بات ثابت کر دوں گا کہ میری محبت میں تم کبھی کوئی کمی نہیں پاؤ گی۔'' شہکاشہ ملک نے بغور ان گلابی آنکھوں میں تادیر تک جھانکا تھا، جہاں نمی سی ابھرنے لگی تھی۔

''میں آگے مزید کچھ کہہ کر تمہیں دکھ نہیں دینا چاہتا، میں کل کا انتظار کروں گا اگر تم نے میرا یہ دیا ہوا جوڑا پہن لیا تو میں سمجھ جاؤں گا میری آزمائش میرا امتحان ختم ہو گیا۔''

آگے مزید کچھ کہے وہ بیڈ روم سے نکلتا چلا گیا، اس کے جانے کے بعد اس کی غیر موجودگی کا احساس شدت سے ہوا تھا، ان گلابی آنکھوں سے دو موتی ٹوٹ کر اس کے رخسار پر بہتے چلے گئے تھے۔

☆.....☆

اسکائی بلیو اینڈ بلیو امتزاج کے جارجٹ کے ایمبر ائیڈری فینسی سوٹ میں اس کی شہابی رنگت کھل رہی تھی، بے بے جان نے رات کو ہی ایکسپٹ بیوٹیشن سے اس کے ہاتھوں پیروں پر مہندی لگوا دی تھی، قد آدم آئینے میں کھڑی وہ خود کو دیکھ رہی تھی یہی سوٹ کل اس کو شہکاشہ ملک دے گیا تھا جو اس نے آج عید کے دن اپنے نازک سراپے پر سجا لیا تھا، آج وہ بالخصوص شہکاشہ ملک کے لیے تیار ہوئی تھی دل سے ہر غلط فہمی گلے شکوے ناراضی و غصہ بھلا کے وہ اس کی طرف بڑھے گی، ہر رنجش ختم کر دے گی، آج ہر آزمائش کا آخری دن ہے جانے سوچوں کا دھارا اور کہاں تک بہتا جب ہی کسی نے پیچھے سے اس کو پکڑا تھا۔

''یو آر سو سو بیوٹی فل۔'' سلویٰ نے چونک کر آئینے میں اپنے پیچھے کھڑے عکس کو دیکھا جہاں غنویٰ پورے اہتمام سے اس کو تھامے کھڑی تھی۔ سلویٰ کے چہرے اور آنکھوں میں مسکراہٹ اور خوشیوں کے دیپ جل اٹھے۔

''ماشاءاللہ! اللہ ہر بری نظر سے بچائے رکھے میری بہن کو۔'' سلویٰ پلٹ کر اس کو دیکھنے لگی۔ گولڈن اور

Scanned by CamScanner

آف وائٹ فل فینسی انھارہ کلی کی فراک پہنے دلہن کے اس روپ میں بہت حسین لگ رہی تھی۔

''مجھے تو لگتا ہے شہزیل آج منگنی کے بجائے ڈائریکٹ نکاح کی ہی ضد نہ کر بیٹھے۔'' سلوئی نے دلچسپ نظروں سے اس کے سندر چہرے کو دیکھتے ہوئے شرارت سے کہا تھا۔

''اب ایسی بات بھی نہیں ہے۔'' غنویٰ کے لہجے میں شرمگیں سی مسکراہٹ تھی۔

''اوئے ہوئے۔'' سلوئی پر تو جیسے حیرتوں کے پہاڑ ہی ٹوٹ پڑے تھے۔

''یہ ایک رات میں کیا کہانی ہوگئی کہ کڑی شہزیل ملک کی دیوانی ہوگئی۔'' سلوئی نے سرگوشیانہ انداز میں گنگنا کے اس کو چھیڑا تھا۔

''یہ شہزیل ملک کا جادو ہے سلوئی بھابی، سر چڑ کے بولے گا۔'' یکدم سے آتی شہزیل ملک کی آواز پر دونوں نے دروازے کی سمت دیکھا تھا۔

وائٹ لٹھے کے شلوار کرتے پر گولڈن واسکٹ میں شہزیل ملک حسن و وجاہت کا پیکر لگ رہا تھا، سلوئی نے دل ہی دل میں دونوں کی نظر اتاری تھی۔

''باہر سب انتظار کر رہے ہیں اور تم لوگ یہاں ہو۔'' لالہ رخ ان لوگوں کو ڈھونڈتی ہوئی یہاں تک آگئی تھی۔

''بس رخ بھابی ہم تیار ہوگئے، چلو غنویٰ۔'' سلوئی نے اس کو اپنے گھیرے میں لیا۔

''سلوئی بھابی! کیوں مجھ معصوم کی بددعائیں سمیٹتی ہیں۔'' انداز نہایت معصومانہ تھا۔

''کیا مطلب ہے۔'' سلوئی نے سوالیہ نظروں سے دیکھا اور یہی حال لالہ رخ کا بھی تھا۔

''مطلب یہ میری بھولی بھابی کہ جس کا کام اسی کو کرنے دیں۔'' وہ چلتا ہوا آیا اور سلوئی کا ہاتھ غنویٰ کے کندھے سے آہستگی سے ہٹایا اور اپنا چوڑا بازو اس کے گرد حائل کر دیا۔

''توبہ ہے بے شرمی کے سارے ریکارڈ توڑے ہوئے ہیں آج اپنی منگنی کے دن تو اپنی بے شرمی کو تالا لگا دو۔'' لالہ رخ برجستہ بولی تھیں۔

''جی نہیں آج کا دن تو بہت اہم ہے میری زندگی کا، آج تو شوخیاں اور شرارتیں اپنے عروج پر ہوں گی۔'' وہ ہلکا سا غنویٰ پر دباؤ ڈالتے ہوئے بولا۔

''ذرا دھیان رکھنا بڑوں کے سامنے۔'' لالہ رخ نے کہا۔

''جو کہ میرا خیال ہے ناممکن سی بات ہے۔'' سلوئی نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے اطمینان سے کہا تھا۔

''اب آپ لوگ باتیں ہی بناتی رہیں گی یا باہر بھی چلنا ہے۔'' شہزیل ملک مسکراہٹ آمیز لہجے میں بولا تھا۔

''بالکل چلنا ہے اور تم ہٹو یہاں سے میں خود غنویٰ کو باہر لے کر جاؤں گی۔'' لالہ رخ نے شہزیل ملک کو ہلکے سے دھکا دیا اور غنویٰ کو اپنے سے لگا کر باہر نکلنے لگی۔

''یہ سراسر ناانصافی ہے، میں احتجاج کروں گا۔'' شہزیل ملک کے لہجے میں جو بے بسی تھی اس پر سلوئی کا زور کا قہقہہ ابھرا تھا جب کہ لالہ رخ، غنویٰ کو اپنے ساتھ لگائے مسکراتے ہوئے باہر نکل گئی تھی۔

''آپ اور ہنس لیں۔'' اس نے شکایتی نظروں سے سلوئی کو دیکھا۔

''او کے سوری، ویسے سچ بتاؤ نا آخر ایسا کیا ہوا ہے۔''

Scanned by CamScanner

''سچ کہوں، یہ لڑکیاں بہت نرم اور خوب صورت دل کی ہوتی ہیں ذرا سی محبت اور توجہ سے پگھل جاتی ہیں، غنوئی جنگجو سی مگر نرم دل کی ہے میری بے ساختہ محبت اور نظروں کی توجہ نے اس کو میرا کر دیا ہے۔'' شہریل ملک کی نگاہوں میں چھب سے غنوئی کا خوب صورت سراپا گھوم گیا۔

''اللہ ہمیشہ تمہاری جوڑی سلامت رکھے، آمین۔''

''اچھا سنیں، شہکاشہ بھایا اپنے بیڈروم میں ہی ہیں، وہ ابھی تک باہر نہیں آئے۔'' شہریل ملک نے اشارے میں جواس کو سمجھانا چاہا وہ سمجھ چکی تھی۔

حویلی کے بڑے سے لان میں سب جمع تھے سوائے شہکاشہ ملک اور سلوئی کے، سلوئی دھڑکتے دل سمیت شہکاشہ ملک کے بیڈروم میں کھڑی تھی، چہرے اور نگاہوں کو جھکائے وہ اپنے دل کی غیر ہوتی حالت پر کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہی تھی، دونوں مہندی لگے ہاتھوں کو آپس میں پیوست کیے وہ اپنی ہی سانسوں کی رفتار کو سن رہی تھی، شہکاشہ ملک نہایت چاہت بھری نظروں سے اس کو بغور اوپر سے نیچے تک دیکھ رہا تھا، یہ وہ وجود تھا جو اس کے اندر بس گیا تھا یہ وہ ہستی تھی جو اس کے دل و دماغ پر راج کرتی تھی مگر اب وہ مزید اس کو آزمائش میں نہیں ڈالے گا۔ وہ آگے بڑھا اور اپنی کل کائنات، متاع حیات کو نہایت آہستگی سے اپنے اندر کسی قیمتی موتی کی طرح چھپا لیا تھا، سلوئی کی ہلکی سی سسکی نکلی تھی۔

''شش......بس۔'' اس نے سلوئی کی چمکتی پیشانی پر اپنے لب رکھ دیے۔

''اب ہر دن، ہر پل، ہر لمحہ ہمارا ہے جسے ہم دونوں کو خوشی خوشی جینا ہے۔'' اس نے سلوئی کا خوب صورت معصوم چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرے ان گلابی آنکھوں میں جھانک کر اپنے ساتھ کا یقین دلایا تھا۔ دونوں ایک ساتھ مسکراتے ہوئے باہر لان میں آئے تھے جہاں ہر شے کو خوب رج کے سجایا گیا تھا۔

''لو آ گیا وہ شہکار جس کا تھا سب کو شدت سے انتظار۔'' لالہ رخ کا مسکراتا لہجہ سب کو سلوئی اور شہکاشہ ملک کی جانب متوجہ کر گیا۔

''تمہیں پتا ہے شہکاشہ! شہریل کہہ رہا تھا اگر شہکاشہ بھایا اور سلوئی بھابی نہیں آئے تو وہ منگنی نہیں کرے گا۔'' لالہ رخ نے مزاحیہ سا چھٹکلا چھوڑا تھا۔

''خدا کا خوف کریں لالہ رخ بھابی! خدانخواستہ میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی۔'' شہریل ملک نے فوراً سے بیشتر تردید کر دی تھی۔

''بڑے ہی بدتمیز ہو یعنی بے شرموں کی طرح منگنی کر لیتے۔'' لالہ رخ نے بڑے تحمل سے طنز کیا۔

''لو میں تو نکاح کے حق میں ہوں ایسے موقعے زندگی میں بار بار تھوڑی آتے ہیں۔'' ڈھیٹوں کا ڈھیٹ شہریل ملک بڑی بے نیازی سے بول رہا تھا۔

''شہکاشہ بھایا اور سلوئی بھابی کا کیا ہے کل منا لیتا میں ان کو۔''

''اچھا اب یہ اہمیت ہے ہماری۔'' شہکاشہ ملک نے مصنوعی انداز میں گھور کے دیکھا تھا۔ وہ اچھی طرح اس کے کھلنڈرے انداز کو جانتا تھا۔

''ارے میرے ڈیشنگ بھایا!'' وہ اپنی چیئر سے اٹھا اور تیزی سے شہکاشہ ملک کے کسرتی سینے سے لگا تھا۔

''آپ کی اہمیت کیا ہے ہمارے لیے یہ کوئی ہم سے پوچھے۔''

''بدمعاش۔'' شہکاشہ ملک نے اس کی پشت زور سے تھپتھپائی تھی۔

Ridadigest.com

Scanned by CamScanner

''بٹ یو مائی گریڈ بھایا۔'' فرط جذبات سے اس نے شہکاشہ ملک کو دیکھا تھا۔
''جتنے بھی مسکے لگالو بٹر پالش کرلو، نکاح تو پھر بھی نہیں ہوگا۔'' لالہ رخ نے پھلجڑی چھوڑی ہر کوئی ان لوگوں کی نوک جھونک سے لطف اندوز ہورہا تھا۔
''میرا خیال ہے قاضی کو بلوا ہی لیتے ہیں اب تو رخصتی ہی لے کر جائیں گے۔'' شہزیل ملک بڑے دھڑلے سے کہتے ہوئے بہت حق سے واپس غنویٰ کے برابر میں بیٹھا تھا۔
''کیا خیال ہے غنویٰ ڈائریکٹ نکاح کر کے رخصتی ہی نہ لے لی جائے۔'' شہزیل ملک نے کاجل ولائنر سے سجی آنکھوں میں جھانکا، غنویٰ نے بے ساختہ سلویٰ کو مدد طلب نظروں سے دیکھا۔
''شہزیل تنگ مت کرو میری بچی کو۔'' بے بے گل جو برابر میں بیٹھی اس کی شوخیاں دیکھ دیکھ کر نہال ہورہی تھیں۔ ایک جھانپڑ اس کے کندھے پر مارا۔
''لو بے بے جان میں تو فائدہ ہی چاہ رہا ہوں اچھا ہے ثناء آنٹی اور راحیل انکل کا خرچہ بچے گا، کیوں ثناء آنٹی۔'' سامنے بیٹھی ثناء کی بھی تائید چاہی وہ سر کو جھکائے مسکرادیں۔
''یہ ایسے ہی مسخریاں کرتا رہے گا سلویٰ۔ تم انگوٹھیاں لے آؤ۔ بتاؤ ذرا غنویٰ کو بھی سہادیا ہے۔'' لالہ رخ نے سلویٰ کو کہا۔
''اور ان محترمہ نے جو میری جان نکالی ہوئی ہے اپنے روپ سے ہٹ کرا تنے دلکش اور جان لیوا روپ میں سامنے آئے گی تو ہم تو ہیں ہی کمزور دل کے۔'' شہزیل ملک نے دلچسپ نظروں سے غنویٰ کو دیکھا، گولڈن اینڈ آف وائٹ فراک میں خوب سج دھج کے اس کے دل میں اتری جارہی تھی۔
''تمہارے کمزور دل کی تو ایسی پٹائی ہوگی نا، غنویٰ کی شرم وحیا اور اس کی جھجک کا خوب فائدہ اٹھا رہے ہو۔'' سلویٰ انگوٹھیوں کے باکس لے کر آگے بڑھی۔
شہزیل ملک کا اس دلکش ماحول میں جاندار قہقہہ گونجا تھا۔
''یہ بھی آپ نے خوب کہی، میں تو سوچ رہا ہوں مزید فائدہ اٹھالوں۔'' شوخی سے کہتے ہوئے اس نے سلویٰ کے ہاتھ سے انگوٹھی کا باکس لے لیا، اس کا اشارہ جان کر وہاں بیٹھے سبھی مسکرادیئے تھے۔
''اب بے کار کی باتیں چھوڑو اور غنویٰ کو انگوٹھی پہناؤ، کیونکہ اگر غنویٰ کے صبر وضبط کا پیمانہ لبریز ہوگیا تو اپنے فائدے کے بارے میں بھی سوچنے کی مہلت نہیں ملے گی۔'' سلویٰ نے ڈرانا چاہا، جس پر وہ ہلکے سے ہنس دیا۔
''ویسے تم دونوں کی ڈریسنگ میچنگ لاجواب ہے۔'' لالہ رخ نے دونوں کی ڈریسنگ دیکھی۔ گولڈن اینڈ آف وائٹ ڈریس دونوں پر بہت سوٹ کررہا تھا۔
''یہیں سے اندازہ لگالیں کہ ہم دونوں کے مزاج اور دل بھی ایک ہی جیسے ہیں۔'' وہ کچھ زیادہ ہی شوخ ہواسب کی تالیوں کی گونج میں اس نے غنویٰ کو ڈائمنڈ رنگ پہنادی تھی۔ مبارک مبارک کے شور کی صدائیں چاروں طرف گونج رہی تھیں، ہر شخص خوشی منا رہا تھا، آغا جان اور بے بے گل نے ڈھیروں دعائیں اور طائف سے نوازا تھا۔ شہزیل ملک، غنویٰ کے کان میں دھیمی دھیمی مدھر بھری سرگوشی کررہا تھا، جس پر اس کا چہرہ مزید سرخ ہوا جارہا تھا وہ خود میں سمٹی خود کو خوش قسمت تصور کررہی تھی۔ پہلی بار اس کے دل پر کسی نے دستک دی تھی۔

.....☆.....

Scanned by CamScanner